www.novelsclubb.com
سفید
سیاہ
Arts
از قلم تحریم صدیقی
:novelsclubb
03257121842
read with laiba

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

سیاہ سفید

از قلم

تحریم صدیقی

www.novelsclubb.com

سیاہ سفید

از قلم تحریم صدیقی

قسط ۱۱

دیکھتے ہی دیکھتے سفید پردے پر فلم چلنے لگی۔ سنہری قمقموں کے درمیان کھڑا مرتاض نتاشہ کے جھمکے میں الجھے بال سلجھا رہا تھا۔ ایک پل کو نظریں ٹکرائیں۔ وہ اب کچھ کہہ رہی تھی۔ مرتاض کی آنکھیں جلنے لگیں۔ جانے کب سے زمان اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ ناجانے مزید کیا کچھ زمان میر کے پاس تھا۔

www.novelsclubb.com

"بس کر دو۔" وہ چلایا۔

"اتنی جلدی تھک گئے۔" ریموٹ سے پردے پر چلتے مناظر روکتے ہوئے وہ مصنوعی افسوس سے بولا۔

"تمہارا یہی مسئلہ ہے۔ منزل پر جانے سے پہلے ہی تھک جاتے ہو۔ چچ چچ۔" وہ گھٹنے موڑ کر مرتاض کے سامنے آبیٹھا۔ "حالانکہ تمہارے ماں باپ نے جس طرح تمہیں ٹریٹ کیا تھا۔ اُس حساب سے تمہیں بہت سخت جان ہونا چاہیئے۔ نہیں؟" ایسے پوچھا جیسے معمولی بات ہو۔

مرتاض کرب سے منہ پھیر گیا۔ جب دوست آپ کے زخم کریدنے لگیں تو بے حساب تکلیف ہوتی ہے۔ اتنی تکلیف کہ جی چاہتا ہے یہ دل پھٹ جائے اور اگلی سانس نہ آئے۔

"میں نے تمہیں دوست سمجھا تھا۔" اس کی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔ وہ بری طرح ہرٹ ہوا تھا۔ ایک زمان میر ہی تو تھا جسے مرتاض حیدر نے اپنے بارے میں سب بتایا تھا۔ بغیر کسی فلٹر کے۔ بغیر کسی پردے کے۔ وہ دونوں جگری یار تھے۔ اور اب یہی یاری اُس کے زخم کریدنے لگے تھی۔

"میں دوست تھا۔ اب صرف دشمن ہوں۔" باور کروایا۔

"تمہارے بعد میں دوست نہیں بنا سکا۔"

"تم یہی ڈیزرو کرتے ہو۔ تم ایک کرسڈ انسان ہو۔" زمان پھنکارا۔ آج سے پہلے کبھی بھی کرسڈ لفظ سے مرتاض کو اتنی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ جس قدر آج ہوئی تھی۔

"میں کرسڈ ہوں۔" اعتراف کے انداز میں اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔ "میں واقعی کرسڈ ہوں۔ مجھ سے دوست چھوٹ جاتے ہیں۔ رشتے سنبھالے نہیں جاتے۔ محبت کے بارے میں سوچنا بھی گناہ لگتا ہے۔ میں دنیا کا سب سے بد بخت مرد ہوں۔ لیکن۔۔"

"تمہیں یہ سب کہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔" وہ اس قدر شدت سے چیخا کہ زمان کو بے اختیار پیچھے ہونا پڑا۔

"میرے نہ کہنے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی۔" وہ کمینگی سے ہنس رہا تھا۔

مرتاض کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔ اُس کا دوست اُس کی بے بسی پر ہنس رہا تھا۔ آہ کاش کے زمین پھٹ جائے۔

"مسئلہ پتا کیا ہے۔" زمان کھڑا ہوتا سنجیدگی سے بولا۔ "تم جیسا کرسڈ انسان مجھے تباہ کرنے کے بعد محبت کی راہ پر چلنے لگا ہے۔ اگر میں برباد ہوں۔ تم بھی برباد ہو گے۔ میری محبت چھوٹی ہے۔ محبت تمہیں بھی نہیں ملنی چاہیے۔" مرتاض کے چہرے کے قریب ہوتے ہوئے حقارت سے کہا۔

"تم مجھے مار دو۔ کسی بیابان میں پھینک دو۔ کسی کو فرق نہیں پڑے گا۔ مجھے محبت نہیں ملے گی میں صبر کر لوں گا۔ مجھے شروع سے صرف صبر اور کمپرومائز ہی کرنا آتا ہے۔ اب تو یہ دل خواہشیں بھی نہیں کرتا۔"

مرتاض بول رہا تھا۔ زمان سُن رہا تھا۔

"اس سب کے باوجود بھی تمہارا دل نہیں بھرے گا۔ تمہیں صبر کرنا نہیں آتا۔ تم بے لگام ہو زمان میر۔ ہر بار کے بعد تمہاری خواہشات مزید بڑھ جاتی ہیں۔ تمہیں رُکنا نہیں آتا۔ میں نے تمہیں تباہ نہیں کیا۔ تم نے خود اپنے وجود کو تباہ کیا ہے۔ تم خود اپنے آپ کے لیے سب سے بڑا کرس ہو۔" اُس کا لہجہ مضبوط تھا۔ اگر مرنا ہی تھا تو ایسے ہی سہی۔

"بکواس بند کرو خبیث انسان۔" زمان نے ایک زوردار مکا اُس کے جبڑے پر دے مارا۔ ہونٹ کے قریب کی جلد پھٹ گئی۔ اب وہ مرتاض کو گریبان سے پکڑے اُس پر جھکا۔ "مزید ایک لفظ اور میں تمہاری جان لے لوں گا۔" اُس کی آنکھوں میں اُترا خون واضح تھا۔ مرتاض مسکرایا۔

"زرگونہ نے تم سے کبھی محبت نہیں کی۔" ایک ایک لفظ پر زور دیا۔ زمان کی گرفت اُس کے گریبان پر ڈھیلی پڑی۔ اور پھر اُس نے پے در پے مرتاض کے چہرے پر مُکے دے مارے۔

"بکواس کر رہے ہو تم۔" وہ دھاڑا تھا۔

"زرگونہ کے لیے تم ایک ناپسند مرد تھے۔ جس کو زبردستی اُس پر مسلط کیا گیا تھا۔" مرتاض نے زخمی چہرہ لیے اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔ لہجہ بالکل نہیں ڈگمگایا۔ وہ دو قدم پیچھے ہوا۔

"نن۔ نہیں۔۔" آنکھیں بے یقینی سے پھیلیں۔ "تم۔۔ جھوٹے ہو۔" اپنی کھوکھلی آواز پر اُسے خود بھی یقین نہیں آیا تھا۔

"زمان میر تم زرگونہ کے لیے صرف آزادی کا ایک راستہ تھے۔ مزید کچھ نہیں۔" مزید ایک جملہ اور زمان زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ ایک پل میں جیسے سب کچھ ختم

ہو گیا تھا۔ مرتاض۔ دشمنی۔ جیل۔ کچھ یاد نہیں رہا۔ دماغ پر صرف ایک چہرہ حاوی ہونے لگا۔ میرون چادر میں لپٹی پھولے گالوں والی لڑکی۔ زرگونہ بالاج۔ زمان کے چچا کی بیٹی۔ وہی لڑکی جو پورے خاندان کی سب سے خوبصورت اور پڑھی لکھی لڑکی تھی۔ وہی لڑکی جو بچپن سے زمان کے نام کر دی گئی تھی۔ وہی لڑکی جس کی خاطر مرتاض سے دشمنی تھی۔

"تم یہ سب مجھے کمزور کرنے کے لیے کر رہے ہو نہ۔" بہت دیر بعد وہ دھیرے سے بولا۔

"صرف ایک بار کہو یہ جھوٹ ہے۔۔" مرتاض کو اُس کا انداز منت بھرا لگا۔ محبت نے زمان میر کو دشمنی کی آگ سے بے بسی کے فرش پر لا پٹکا تھا۔

"زرگونہ تم پر مجھے فوقیت دیتی تھی۔ وہ تمہارے نام سے منسوب ہونے کے باوجود میری طرف راغب ہوتی تھی۔"

مرتاض نے آخری مگر کاری وار کیا۔ اگر زمان نے دوستی کا پاس نہیں رکھا تو وہ بھی کیوں کرے۔

زمان کا ہاتھ دل پر پڑا۔ وہ بلبلا گیا تھا۔ مرتاض نے اُس کی آنکھوں کے کونے میں پانی کی چمک دیکھی۔ وہ رو رہا تھا۔ زمین پر ہاتھ مارتے ہوئے بچوں کی طرح رو رہا تھا۔ خفت۔ بے بسی۔ اذیت۔ کیا نہیں تھا اُس کے انداز میں۔

جانے کتنی ہی دیر وہ ایسے روتا رہا۔ پھر نم چہرہ اُٹھا کر مرتاض کی جانب دیکھا۔

"لوگوں نے ہمیشہ مجھ پر تمہیں فوقیت دی ہے۔ یونیورسٹی پروفیسرز نے۔ یوسف جہانگیر نے۔ زرگونہ نے بھی۔" آخر میں آواز ہلکی سی کانپی تھی۔

"تم ساتھ ہوتے ہو تو باقی دنیا کو زمان میر نظر ہی نہیں آتا۔ جانے ایسا کیا خاص ہے تم میں۔ تمہارا کرسڈ ہونا۔ یا صرف ہونا۔ میں آج تک سمجھ نہیں پایا۔"

"کاش تم پیدا ہی نہ ہوتے مرتاض حیدر۔ کاش میں تمہارا دوست نہ ہوتا۔ کاش ہم ملے ہی نہ ہوتے۔" وہ ایک دم ہذیانی انداز میں چیخا۔

اس کے لفظوں نے مرتاض کو بچپن کی دوپہر میں لا پٹخا۔ جب اُس کی ماں اُس کے پیدا ہونے پر ماتم کر رہی تھی۔ اُسے ذلیل کر رہی تھی۔ شاید اُس کو اس دنیا میں پیدا ہی نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ نہ مرتاض ہوتا۔ نہ یہ سب مسئلے ہوتے۔

"لیکن اب مزید نہیں۔ میں مزید پسِ منظر میں نہیں جاؤں گا۔ لوگوں کو مجھے فوقیت دینی ہوگی۔ زمان میر کو مرتاض حیدر پر فوقیت دینی ہوگی۔" وہ پاگل ہو رہا تھا۔ اٹھتے ہوئے وہ کرسی کے پاس گیا۔ فرش پر رکھی گن اُٹھائی اور مرتاض کے ماتھے پر تان لی۔

"میرے جینے کے لیے تمہیں مرنا ہوگا۔" ابلیس غالب آ رہا تھا۔ بندہ بشر حیوان بن رہا تھا۔

اگر یہی انجام تھا تو اُسے منظور تھا۔ مرتاض نے آنکھیں موند لیں۔ بند آنکھوں میں ایک چہرہ بہت واضح انداز میں نظر آیا تھا۔ سیاہ آنکھوں والی لڑکی۔ کچھ کہتے ہوئے۔ ذرا سا ہنستے ہوئے۔ کیا وہ واقعی مرنا چاہتا تھا؟ گن لوڈ ہونے کی آواز اُس کے کانوں تک پہنچی۔ اور پھر ذہن کے پردے پر وہ لہرائی۔ سیاہ آنکھوں سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے۔

"انسان کو اپنی جان پر اتنا ظلم نہیں کرنا چاہیئے۔" ایک دفعہ نتاشہ نے اُس سے کہا تھا۔ آنکھیں پٹ کھول دیں۔

"آخری خواہش نہیں پوچھو گے؟" وہ بے اختیار بولا۔

"تم آخری خواہش کا حق نہیں رکھتے۔"

www.novelsclubb.com

"اگر میں تمہیں اپنی بے گناہی کا ثبوت دوں۔ مجھے جانے دو گے؟" دل نے فیصلہ دے دیا تھا۔ وہ سیاہ آنکھوں والی لڑکی کے ساتھ جینا چاہتا تھا۔ اس جینے کے لیے وہ ہر کوشش کرنے کو تیار تھا۔

"کیسی بے گناہی؟" گن والا ہاتھ ذرا پیچھے لیا۔

"ڈرگز والے کیس میں میرا ہاتھ نہیں تھا۔ یہ سب زرگونہ کی سازش تھی۔"

"زرگونہ کا نام لینے کا حق تمہیں نہیں ہے منحوس انسان۔" آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اس ایک نام پر وہ حواس کھو بیٹھتا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ نام نہیں لیتا۔" وہ مفاہمت سے بولا۔ اس وقت زندہ رہنا بہت ضروری تھا۔ "بے گناہی ثابت کرنے کا ایک موقع تو ملنا چاہیئے نہ۔"

"جلدی کہو جو کہنا ہے۔"

"کسی کو کال کرنی ہے۔"

"مجھے پاگل سمجھ رکھا ہے۔ پولیس کو کال کرنا چاہتے ہو۔"

"نہیں۔۔ پولیس کو نہیں۔ ہماری یونیورسٹی فیلو کو۔ رباب جلیل۔ تم میرے موبائل سے کال کرو۔ یا اپنے موبائل سے کر دو۔"

زمان نے جیب سے ایک پرانا بٹنوں والا موبائل نکالا۔ "نمبر بولو۔"

ذہن پر تھوڑا زور ڈالنے کے بعد رباب کا نمبر یاد آ گیا تھا۔ ویسے بھی اُس کے بے تحاشا کالز کے بعد نا چاہتے ہوئے بھی مرتاض کو اُس کا کانٹیکٹ نمبر حفظ ہو چکا تھا۔

----------★----------

بیل جا رہی تھی۔ پہلی بیل۔ دوسری بیل۔ کوئی کالِ پک نہیں کر رہا تھا۔ زمان نے دوبارہ کال ملائی۔ آج اُس کے لیے سچ جاننا بہت ضروری تھا۔ بالآخر کالِ پک کر لی گئی۔

"ہیلو۔ کون بات کر رہا ہے؟" سپیکر سے رباب کی آواز اُبھری۔ نیند سے بھرا تیکھا لہجہ لیے۔ زمان موبائل مرتاض کے قریب لے آیا۔

"رباب میں مرتاض بول رہا ہوں۔ مرتاض حیدر۔" ایک پل کو کوئی جواب نہ آیا۔

"آپ نے مجھے کیوں کال کی ہے؟" تھوڑی دیر بعد سپیکر سے آواز اُبھری۔

"ایک فیور چاہیے۔ پلیز منع مت کرنا۔" حلق تر کرتے ہوئے کہا۔ وہ جو کچھ کر چکا تھا اُس کے بعد رباب چاہتی تو منع بھی کر سکتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"جی کہیں۔"

"یاد ہے یونیورسٹی میں زمان اور مجھے ہاسٹل میں ڈرگز رکھنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔۔ کیا تم مجھے اس معاملے کی ڈیٹیلز بتا سکتی ہو۔ مجھے کچھ جاننا ہے۔" زمان کی نظر اور سماعت موبائل پر فوکس تھی۔

"ہاں مجھے یاد ہے۔ تمہارے ہاسٹل سے ڈرگز سے بھرا بیگ ملا تھا۔" رباب کی آواز آئی۔ "لیکن وہ سب تو فریم کیا گیا تھا۔ تمہیں اور تمہارے دوست کو پھنسانے کے لیے۔"

"کس نے فریم کیا تھا؟" زمان بے اختیار بول اُٹھا۔ پوچھتے ہوئے دل دھڑکا بھی تھا۔ کہیں سچ میں زرگونہ تو نہیں۔

"تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟"

"میرا ایک دوست ہے۔ ہم دونوں مل کر ڈرگز والے کیس کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔"

www.novelsclubb.com

"اچھا۔ تمہیں پتا ہونا چاہیئے یہ سب زرگونہ نے کیا تھا۔ وہ زمان سے جان چھڑوانا چاہتی تھی۔ پھنسانا صرف زمان کو تھا۔ لیکن تم دوستی کی وجہ سے پھنس گئے تھے۔ آدھی سے زیادہ یونیورسٹی کو یہ بات پتا ہے۔"

زمان کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ کر فرش پر جا گرا۔ اُس کا وجود پتھر ہونے لگا۔

"لیکن زرگونہ ایک نئے شہر میں اکیلے یہ سب کیسے کر سکتی تھی؟" مرتاض نے زمان کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اُس نے عادل کے ساتھ مل کر یہ سب کیا ہے۔ عادل کا بڑا بھائی کلبز چلاتا ہے۔ ہر طرح کی ڈرگ اور نشہ اُس کے پاس مل جاتا ہے۔"

"تھینک یو رباب۔" وہ پہلی بار سچ میں رباب کا مشکور ہوا تھا۔ احسان مند بھی۔

"ویسے زرگونہ زمان سے جان چھڑوانے کے علاوہ تمہارے ساتھ تعلق بنانا چاہتی تھی۔ یہ بات تو تمہیں پتا ہے نہ۔ کئی بار وہ تمہیں ہنٹ بھی دے چکی تھی۔ لیکن تم نے ہمیشہ اگنور کیا۔۔۔ کیا تم اور زرگونہ اب ساتھ ہو؟"

"نہیں۔ میں نے کبھی زرگونہ کو اپنے دوست کی منگیتر کے علاوہ نہیں دیکھا۔ میں اتنا بغیرت نہیں ہوں کہ اپنی دوست کی محبت سے تعلق بناتا پھرتا۔۔" ایک پل کا

وقفہ۔ ”زرگونہ اور میں کبھی ساتھ نہیں ہو سکتے۔ اُسے مجھ سے نہیں۔ میرے سٹیٹس سے تعلق بنانا تھا۔ ہمارے درمیان نہ پہلے کچھ تھا۔ نہ اب ہے۔“

”تمہیں یہ سب کیسے پتا ہے؟“ پتھر کے مجسمے میں جنبش ہوئی۔

”عادل میرا دوست رہا ہے۔ زرگونہ سے ہوئی ہر بات وہ مجھے بتاتا تھا۔ واٹس ایپ سکرین شاٹ بھی تھے اُس کے پاس۔ میں پوچھوں اگر عادل کے پاس ریکارڈز ہیں؟“ رباب کی محتاط سی آواز ابھری۔

”نہیں اِس کی ضرورت نہیں ہے۔“ زمان نے فرش سے موبائل اُٹھاتے ہوئے کال کاٹ دی۔

www.novelsclubb.com

ایک گہری خاموشی تھی جو پورے گودام پر غالب تھی۔ صرف سانس لینے کی آواز تھی۔

"زرگونہ نے مجھے تباہ کر دیا۔" مرتاض کے گرد چکر کاٹتے ہوئے وہ گردن پیچھے پھینک کے ہنسا۔ وہ خود کا مذاق اُڑا رہا تھا۔

"میری محبت نے مجھے تباہ کر دیا۔"

"اُسے میری ضرورت صرف اس لیے تھی کہ وہ آگے بڑھ سکے۔ اُس نے مجھے صرف سیڑھی کا ایک سٹیپ سمجھا۔ جسے قدموں تلے روند کر وہ اونچی ہو سکے۔" وہ خود پر ہنستا جا رہا تھا۔ ساتھ ساتھ آنکھیں بھی چھلک جاتی تھیں۔

"میں اُس کی خاطر پورے خاندان سے لڑا تھا یار۔ صرف اُس کے لیے میں اپنے بڑوں کے خلاف جا کر یہاں اُس کے ساتھ پڑھنے آیا تھا۔" اُس کی آواز آخر میں ٹوٹی تھی۔

"میں نے کبھی اُس پر زبردستی نہیں کی۔۔ اُس کی خواہش کا ہمیشہ احترام کیا۔ خاندان کی سخت روایات کے باوجود میں اس لڑکی پر سختی نہیں برت سکا۔ اس سب

کے باوجود وہ میری نہیں بن سکی۔۔"وہ مرتاض کے عین پیچھے رُکا۔اُس کی طرف پشت ہونے کے بعد بھی مرتاض بتا سکتا تھا کہ زمان میر کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔

"وہ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی ہے۔"کرسی تھامے وہ بری طرح رونے لگا تھا۔برداشت کی انتہا تھی۔اُس کی محبت،اُس کی منگیتر اُس کے ساتھ کبھی وفادار نہیں تھی۔کیا یہ غم کم تھا۔ہرگز نہیں۔

"ہم زبردستی کسی کو خود سے محبت کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔"مرتاض کے لب دھیرے سے ہلے۔زمان کی کرسی پر گرفت مضبوط ہوئی۔وہ موو آن کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔اس وقت وہ کوئی بات سمجھنے کو تیار نہیں تھا۔

"اگر وہ تم سے شادی کر لیتی۔تم دونوں ناخوش رہتے زمان۔"اُس کا انداز سمجھانے والا تھا۔"کچھ لوگ ہمارے لیے نہیں ہوتے۔چاہے ہم اُن سے بے

تحاشا محبت کریں۔ کچھ لوگ کبھی ہمارے نہیں ہو سکتے۔ یہ سمجھو ہمارے نصیب میں صرف اُن لوگوں سے ملنا ہوتا ہے۔ اُنہیں پانا نہیں۔"

"جو ہمارے کبھی نہیں ہو سکتے وہ راستے میں کیوں آجاتے ہیں۔ کیوں اُن سے محبت ہو جاتی ہے۔ کیوں۔" گلا رُندھ گیا۔ زمان اذیت کی انتہا پر تھا۔

مرتاض کو تکلیف ہوئی۔ کاش وہ رسیوں میں جکڑا نہ ہوتا۔ کاش وہ زمان کو گلے لگا سکتا۔ وہ دوست تھا۔ اور دوست چاہے چھوٹ جائیں یا روٹھ جائیں۔ وہ دل سے کبھی نہیں نکلتے۔ اُن کی تکلیف ہمیشہ تکلیف دیتی ہے۔

وہ مرتاض کے سامنے آیا۔ آنسو پونچھنے کا تکلف نہیں کیا۔ اُن کے درمیان کیا ہی مخفی رہ گیا تھا بھلا۔ گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھتے ہوئے وہ رسیاں کھولنے لگا۔

مرتاض آزاد ہو گیا۔ اُس نے نا سمجھی سے زمان کی جانب دیکھا۔ کیا وہ واقعی اتنی آسانی نے چھوڑ رہا تھا۔

"میری طرف سے تم آزاد ہو۔" جذبات سے عاری لہجہ۔

"تمہیں تمہاری محبت مبارک۔" سرگوشی کی۔ وہ کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ زمان بھی اُٹھ گیا۔ دونوں آمنے سامنے تھے۔

مرتاض کو تشویش ہوئی۔ کچھ غلط تھا۔ بہت غلط۔ زمان میر اتنا پر سکون کیسے تھا۔ وہ بھی ایک دم۔ کیا یہ خاموشی کسی طوفان کی نوید تھی؟ ایک پل کو دل گھبرایا۔ تاثرات پر قابو رکھتے ہوئے سر ہلکا خم کیا۔ پہلا قدم بڑھاتے ہی زمان کی آواز اُس کے کانوں میں پڑی۔

"تمہیں محبت کیسے مبارک ہو سکتی ہے مرتاض حیدر۔" اُس کے لہجے میں عجیب تپش تھی۔ "محبت پانے کی خاطر آگ کے دریا پار کرنے پڑتے ہیں۔ تم نے ابھی وہ نہیں کیا۔"

مرتاض کا دل کسی نے مٹھی میں لے کر بری طرح مسلا۔ زمان کچھ غلط کرنے والا تھا۔ اُسے یقین ہونے لگا۔

"ساری زندگی میں نے صرف آگ سہی ہے زمان۔ بچپن سے لے کر اب تک۔ میرا پورا وجود جھلس چکا ہے۔ لیکن اب جب زندگی تھوڑی مہربان ہونے لگی ہے تو تم سب مجھے دوبارہ آگ میں دھکیلنے آ گئے ہو۔" وہ بے بسی کی انتہا پر کھڑا تھا۔ کیوں مرتاض حیدر کے لیے زندگی اتنی مشکل تھی۔ کیوں لوگ اُسے جینے نہیں دیتے تھے۔ کیا قصور تھا اُسکا؟ صرف یہ کہ وہ ایک اَن چاہی اولاد تھا۔ یہ اتنا بڑا قصور تو نہیں تھا جس کی سزا وہ ساری عمر بھگتتا۔

"تم نے آگ سہی ہے۔ لیکن تمہیں ہر موڑ پر بچانے والے بھی ملے ہیں۔" زمان تنفر سے بولا۔ "ماں باپ کی آگ سے دادا دادی نے بچایا۔ جیل کے جہنم سے یوسف نے۔ اور اب باقی زندگی کے تندور سے تمہیں بچانے وہ تماشہ آ گئی ہے۔ تم

www.novelsclubb.com

کرسڈ ہو۔ مگر تمہارے لیے ہر مقام پر گارجین آتے رہے۔ مجھے تم سے اور تمہارے بچانے والوں سے نفرت ہے۔" وہ چیخ رہا تھا۔ حقارت سے۔ نفرت سے۔ تکلیف سے۔

مرتاض ٹھہر گیا۔ یہ رُخ اُس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ اُسے ہمیشہ بچالیا جاتا تھا۔ کسی نہ کسی طرح کوئی نہ کوئی اُسے آگ سے بچالیتا تھا۔ ہاں وہ جھلس جاتا تھا لیکن اُسے مکمل جلنے نہیں دیا جاتا تھا۔ آگ کا ایندھن بننے سے پہلے اُس تک مرہم آجاتی تھی۔

کیا وہ رب واقعی شہہ رگ سے قریب تھا۔

کیا وہ رب مرتاض جیسے کرسڈ انسان کو پروٹیکٹ کرتا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"آگ ابھی ختم نہیں ہوئی۔ ایک آگ تمہیں مزید برداشت کرنی ہے۔" زمان کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس نے پتھر ہوتی آنکھوں سے زمان کے چہرے سے اُس کے ہاتھ میں موجود پستول تک سفر کیا۔

"تم جانتے ہو مجھے شکار کرنا بہت پسند ہے۔ پھڑ پھڑاتے پرندوں کو اپنے رحم و کرم پر دیکھنا مجھے سرور دیتا ہے۔" وہ اس وقت انسان نہیں لگ رہا تھا۔ شاید وہ واقعی شیطان بن چکا تھا۔

"آج میں شکاری اور تم پرندے ہو۔ اپنی زندگی کے لیے بھاگو مرتاض۔ تم بھاگو میں فائر کرتا ہوں۔ تم بچ گئے تو محبت مبارک۔ مر گئے تو فاتحہ مبارک۔" وہ قابیل کا روپ اختیار کر گیا تھا۔ ایک لڑکی کی خاطر اپنے بھائی کو مارنے چلا تھا۔

"تم۔۔۔ ایسا۔۔ کیسے۔۔" وہ بے ربط سا کچھ کہنے لگا تھا۔

"بھاگو مرتاض بھاگو۔ یہ میرا کھیل ہے۔ اور کھیل میں تاخیر مجھے پسند نہیں۔" وہ خباثت سے مسکرایا۔

مرتاض نے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ بھاگ سکتا تھا۔ وہ یہ کر سکتا تھا۔ اپنے لیے نہ سہی۔ نتاشہ کی خاطر وہ جی سکتا تھا۔ اور پھر وہ پوری قوت سے بھاگا۔ موت کے کھیل میں زندگی کی خاطر بھاگا۔

زمان نے ایک جاندار قہقہہ لگایا۔ اب وہ نشانہ تاک رہا تھا۔ وہ اُسے مارے گا نہیں۔ لیکن زندہ رہنے والا بھی نہیں چھوڑے گا۔ ایک آنکھ بند کرتے ہوئے اُس نے مرتاض کی ریڑھ کی ہڈی کا نشانہ لیا۔ اور فائر کر دیا۔

مرتاض پوری قوت سے دھول سے اٹے فرش پر گرا۔ خون کے چھینٹے ارد گرد اُڑے تھے۔ دھول مٹی میں خون کی خوشبو مل گئی۔

www.novelsclubb.com

لیکن یہ خون مرتاض کا نہیں تھا۔ یہ اُس کے اوپر گری لڑکی کا تھا۔ یہ خون نتاشہ کا تھا۔ وہ جانے کب اِس قدر تیزی سے بھاگتے ہوئے آئی تھی اور مرتاض کو لیے نیچے گر گئی تھی۔ وہ بے یقین سا اپنے اوپر گری لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ سیاہ آنکھیں موت کے دہانے پر زندگی کا پیام بن کر آئی تھیں۔ وہ اُسے دیکھ رہی تھی۔ وہ بے یقین تھا۔

یکے بعد دیگے پانچ فائر کیے گئے۔ کوئی ایک بھی اُن کو نہ لگا۔ زمان کا نشانہ اتنا کچا تو نہیں تھا۔ مرتاض نے رُخ موڑا۔ اُس کے سامنے گارڈز کھڑے تھے۔ حفاظتی شیلڈز تھامے۔ ساری گولیاں روک لی گئی تھیں۔ ایک بار پھر مرتاض کو آگ سے بچا لیا گیا تھا۔

گارڈز زمان کو پکڑ چکے تھے۔ وہ چیختے ہوئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ مرتاض کو ذلیل کر رہا تھا۔ بد دعائیں دے رہا تھا۔ لیکن سیاہ آنکھوں کے باعث سب کچھ پسِ منظر میں چلا گیا تھا۔

نتاشہ کو احتیاط سے اُٹھاتے ہوئے وہ سیدھا ہو بیٹھا۔ وہ زخمی تھی۔ گولی اُس کے بازو میں پیوست ہوئی تھی۔

"میرے لیے مت آیا کریں۔"

وہ اپنے ہاتھوں سے اُس کا بازو دبا گیا۔ خون کو بہاؤ روکنا ضروری تھا۔

"کیا کبھی تم نے کسی کو اپنی زندگی بچانے سے منع ہوتے دیکھا ہے؟" اُس کے لہجے سے تکلیف واضح تھی۔ مرتاض کا دل کیا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ نتاشہ اُس کی وجہ سے اس حال میں تھی۔

"ہمیں ہاسپٹل چلنا ہے۔" وہ اُسے کھڑا کر رہا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟" اُس نے نتاشہ کو کہتے سنا۔ ٹائی اُس کے زخم پر باندھتے مرتاض کے ہاتھ ڈھیلے پڑے۔ وہ خود تکلیف میں ہوتے ہوئے اس کی فکر کر رہی تھی۔

"آپ ٹھیک رہیں گی تو میں بھی ٹھیک رہوں گا۔" سہارا دیتے ہوئے وہ گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ مسکرائی۔ چہرے پر تکلیف کے آثار تھے۔ مگر ایک سکون تھا۔ وہ ٹھیک ہے۔

ایک تاریک رات کا اختتام ہوا تھا۔ مرتاض حیدر کی سیاہ ترین رات میں نتاشہ یوسف صبح کا اُجالا بن کر آئی تھی۔ جو سب تاریکی ساتھ لے گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

---------★---------

گلابی کمرہ نیم اندھیر تھا۔ بیڈ پر وہ سو رہی تھی۔ سلیپنگ ماسک آنکھوں پر ٹکائے، بالوں کو ڈھیلی چوٹی میں باندھے جانے وہ کتنے عرصے بعد سکون سے سوئی تھی۔

رات کی خاموشی کو موبائل فون کی بیل نے توڑا۔ وہ نیند میں کسمسائی مگر اُٹھی نہیں۔ سامنے والے کو شاید بہت اُتاولا پن تھا۔ مسلسل کال کیے جا رہا تھا۔ سلیپنگ ماسک کھینچ کر پیچھے کیا۔ نیم غنود آنکھیں مسلتے ہوئے موبائل پکڑا۔ انجان نمبر کو دیکھ کر اُس کے تیور بگڑے۔ رات کے اس پہر کون پاگل کال کر رہا تھا۔

"اگر یہ کوئی رانگ نمبر ہوا۔ تو میں اس کا دماغ درست کر دوں گی۔" منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کال اٹینڈ کی۔

"ہیلو۔ کون بات کر رہا ہے؟" تیکھے تیوروں سے پوچھا۔ آخر کون تھا جو اُس کی نیند میں مخل ہو رہا تھا۔

"رباب میں مرتاض بول رہا ہوں۔ مرتاض حیدر۔" اگلے جملے پر رباب جلیل اپنی جگہ جم گئی۔ لب ہلنے سے انکاری ہو گئے۔ مرتاض نے۔ مرتاض حیدر نے رباب کو کال کی تھی۔ یا خدا۔ کہیں یہ خواب تو نہیں تھا۔

"جی کہیں۔" چند لمحوں بعد وہ آہستہ سے بولی تھی۔ اس آواز کے لیے تو وہ ہزاروں نیندیں قربان کر سکتی تھی۔ اس ایک شخص کی خاطر وہ ہزار راتیں جاگ سکتی تھی۔

دوسری طرف سے مرتاض سوال کرتا گیا۔ رباب جواب دیتی گئی۔ ہاں وہ ہیل کر رہی تھی۔ ہاں وہ خود کو بدل رہی تھی۔ مگر وہ یادوں کو اپنے دل سے نوچ نہیں سکتی تھی۔ آج بھی وہ اِس محبت سے لاتعلق نہ ہو سکی تھی۔ وہ مکمل موو آن نہیں کر سکی تھی۔

پھر ایک دم کال کاٹ دی گئی۔ رباب کا دل مچل اُٹھا۔ وہ ضرورت بنی تھی۔ اس لیے یاد کر لی گئی تھی۔ وہ جانتی تھی یہ کال دوبارہ نہیں آئے گی۔ وہ دوبارہ رباب سے بات نہیں کرے گا۔ مگر جانے وہ کیا سوچ کر اپنے فون کی سکرین تکتی رہی۔

ایک بار پھر سے دل میں ہوک اُٹھی تھی۔ مرتاض کو دیکھنے کی۔ اُس کے روبرو ہونے کی۔

میں نے مانا کہ شب و روز کے ہنگاموں میں

وقت ہر غم کو بھلا دیتا ہے رفتہ رفتہ

چاہے امید کی شمعیں ہوں کہ یادوں کے چراغ

مستقل بعد بجھا دیتا ہے رفتہ رفتہ

پھر بھی ماضی کا خیال آتا ہے گاہے گاہے

مدتیں درد کی لو کم تو نہیں کر سکتیں

www.novelsclubb.com

زخم بھر جائیں مگر داغ تو رہ جاتا ہے

دوریوں سے کبھی یادیں تو نہیں مر سکتیں

سکرین پر جمی انگلیوں میں حرکت ہوئی۔ وہ گیلری اوپن کر رہی تھی۔ فیورٹس فولڈر میں آج بھی ایک فولڈر تھا جو وہ ڈیلیٹ نہیں کر پائی تھی۔ شاید مکمل لاتعلق ہونے کا خوف تھا۔ وہ مرتاض کی تصویر دیکھنے لگی۔

"جو لوگ نصیب میں نہ ہوں انہیں اتنا اچھا لگنے کا حق نہیں ہونا چاہیئے۔" وہ یاسیت سے بولی۔

اتنے دن وہ اس لیے نارمل تھی کیونکہ نہ مرتاض سے سامنا ہوا تھا نہ اُس سے بات۔ یہی تو بات تھی۔ وہ صحیح معنوں میں لاتعلق ہو جائے گی جب مرتاض کی آواز سے، اُس کے سامنے آجانے سے رباب کے دل پر فرق نہ پڑے۔ اور اس لاتعلق ہونے میں ایک عرصہ لگنا تھا۔

ایک ایک کر کے وہ تصویریں آگے کرتی گئی۔ ماضی میں یہ ایکٹیویٹی وہ اتنی بار کر چکی تھی کہ ہر تصویر اُس کو حفظ تھی۔ ایک سرد آہ بھرتے ہوئے موبائل رکھ دیا۔

یادوں کا ایک ریلا پوری شدت سے اُس کے وجود پر حاوی ہوا تھا۔ ہیلنگ۔ خود سے کیے وعدے۔ مضبوط بننے کے دکھاوے۔ سب کہیں کھونے لگے۔ صرف محبت شدت سے یاد آئی۔

زندگی میں من پسند انسانوں سے دستبردار کیوں ہونا پڑتا ہے؟ کیوں دل پر کڑے پہرے بٹھانے پڑتے ہیں؟

www.novelsclubb.com

اس کیوں کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ نیند آنکھوں سے کہیں دور جا چھپی تھی۔ وہ بیڈ سے اُٹھ گئی۔

باتھروم کے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اُس نے اپنا عکس دیکھا۔ صاف واضح عکس۔ کچھ آڑھا ترچھا نہیں تھا۔ نل کھولتے ہوئے وہ اپنے منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارنے لگی۔ کسی ہیجان کے انداز میں وہ پانی مارتی رہی۔ یہاں تک کے آنکھیں سُرخ ہو گئیں۔

رباب نے چہرہ اُٹھایا۔ آنکھیں جلنے لگیں۔ پانی مسلسل بہہ رہا تھا۔ کچھ دیر یونہی رہنے کے بعد وہ وضو کرنے لگی۔

پانچ منٹ بعد وہ چہرے کے گرد ہلکے سبز رنگ کا دوپٹہ لپیٹے جائے نماز پر کھڑی تھی۔

www.novelsclubb.com

"اھدنا الصراط المستقیم۔"

ہمیشہ کی طرح اُس نے یہ آیت ذرا بلند کر کے پڑھی تھی۔ اور وہ ٹھہر گئی تھی۔

ایک بار پھر دہرایا۔ وہ یہ آیت دہراتی گئی۔ یہاں تک کے آنکھوں سے گرم چشمے بہہ نکلے۔

کانپتے لبوں نے دوسری آیت پڑھی۔ کپکپاہٹ مزید بڑھی۔ آنسو روانی سے بہنے لگے۔ وہ رکوع میں جھکی۔ پھر سیدھی ہوئی۔

سجدے میں جاتے ہوئے وہ بے اختیار ہو چکی تھی۔ آنکھوں سے بھل بھل کرتے قطرے گرنے لگے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ دل کے ہر کونے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ اتنے عرصے بعد اُس کی آواز نے رباب پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ اُس کا دل بری طرح مچلنے لگا تھا۔ خود پر باندھے سب بند ٹوٹ رہے تھے۔ مرتاض کے معاملے میں وہ واقعی بے اختیار تھی۔

اس سب کے باوجود وہ جانتی تھی۔ سات آسمانوں کا مالک سارے اختیار رکھتا ہے۔ وہ جانتی تھی اُس کے در پر سر جھکانے سے دل کو مرہم مل جائے گی۔ اگر کوئی رباب جلیل کو سمیٹ سکتا تھا تو وہ اُس کا رب تھا۔ جو رحمٰن ہے۔ رحم کرتا ہے۔

سلام پھیر کر وہ دعا کے لیے ہاتھ نہ اُٹھا سکی۔ صرف کھڑکی سے نظر آتے آسمان کو دیکھتے ہوئے بولتی رہی۔

"یا اللہ میں بہت تکلیف میں ہوں۔ میرے دل پر مرہم رکھ دے۔" آواز اُس کے وجود کی طرح ٹوٹنے لگی۔

"مجھے سمیٹ دے میرے اللہ۔ مجھے ریزہ ریزہ ہونے سے بچالے۔ مجھے اس سب سے بچالے میرے مالک۔۔۔"

www.novelsclubb.com

آنسو تواتر سے بہنے لگے۔ وہ جذباتی طور پر بہت کمزور ہو چکی تھی۔ یکطرفہ محبت کے جھمیلوں نے اُس کے دل و دماغ کو ماؤف کر رکھا تھا۔

"میری محبت مجھے نہیں ملی۔ مجھے وہ شخص نہیں ملا۔ میں نے سب کیا۔ مجھے وہ کیوں نہیں ملا۔۔۔ کیوں؟" حلق دکھنے لگا تھا۔

"وہ نہیں مل سکتا تو میرے دل کو سکون دے دے۔ مجھے اس تکلیف سے آزاد کر دے۔ مجھے نکال دے اس سب سے۔"

وہ بلکنے لگی۔ بے آب مچھلی کی مانند۔ جو پانی کی امید میں تڑپتی ہے۔

"مجھ پر رحم کر میرے اللہ۔ مجھ پر رحم کر۔۔"

اس رات کی تاریکی میں اگر ہم رباب کے کمرے سے ہٹ کر آفندی ولا چلیں تو وہاں صرف ایک کمرہ نیم روشن تھا۔ شہریار کا کمرہ۔

www.novelsclubb.com

نائٹ سوٹ میں ملبوس وہ بیڈ ریسٹ سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ نظریں موبائل فون کی سکرین پر تھیں۔ نتاشہ کی تصویر تھی۔ دیکھنے والی کی آنکھیں جل رہی تھیں۔ روح جھلس رہی تھیں۔ مگر دیکھنا لازم تھا۔

کیا وہ کبھی اس لڑکی کے اثر سے باہر نکل سکے گا؟ اس 'کیا' کا جواب بہت ضروری تھا۔

عین اس وقت موبائل تھرتھرایا۔ 'عون گارڈ' کا نام سکرین پر اُبھرا۔ یہ آدمی شہریار کے پرائیویٹ گارڈز کا چیف تھا۔ اُس نے موبائل کان سے لگایا۔

"مشن سکسیسفل سر!" مؤدب آواز اُبھری۔

"گُڈ۔" یک لفظی جواب۔

"ایک چھوٹا سا ایشو ہے۔ نتاشہ میڈم کو گولی لگی ہے۔" اب کے وہ بولا تو شہریار جھٹکے سے سیدھا ہوا۔

www.novelsclubb.com

"کہاں ہے وہ؟" تقریباً چیختے ہوئے وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ پیروں میں چپل اڑستے ہوئے وہ باہر کی طرف بھاگا۔ حلیے کی پرواہ کس کمبخت کو تھی۔ جو جان سے عزیز تھی وہ تکلیف میں تھی۔ اُس کے پاس ہر حال میں پہنچنا تھا۔

سیڑھیاں اُترتے ہوئے وہ موبائل پر چیخ رہا تھا۔ "اتنی فوج لے کر گئے تھے تم۔ اس کے باوجود نتاشہ کو گولی کیسے لگی۔"

گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے وہ اندر بیٹھا۔

"میں نے تم صرف ایک کام دیا تھا۔ نتاشہ۔ کی۔ حفاظت۔" ریش ڈرائیونگ کرتے ہوئے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔

"میری طرف سے تم سب فائرڈ ہو۔" غصے سے حکم صادر کرتے ہوئے کال کاٹ دی۔ فون ڈیش بورڈ پر پھینکا۔ دھیان نتاشہ میں اٹکا تھا۔ وہ ٹھیک ہو گی؟ تکلیف تو نہیں ہو گی اُسے؟

www.novelsclubb.com

رات ہونے کے باعث ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ آدھے گھنٹے کا راستہ پندرہ منٹ میں کاٹتے ہوئے گاڑی ہاسپٹل کے آگے روکی۔ وہ بھاگ رہا تھا۔ بالکل ایسے جیسے صحراؤں میں بھٹکا پیاسا پانی کے سراب کے پیچھے بھاگتا ہے۔ ریسیپشن سے تیزی سے پتا کرتا وہ مطلوبہ کمرے کی طرف بھاگا۔ ہاسپٹل میں موجود لوگوں نے نائٹ سوٹ اور سلیپرز میں بھاگتے آدمی کو حیرانی سے دیکھا۔ اکثریت اُسے جانتی تھی۔ مگر شہریار کو پرواہ نہ تھی۔ اُسے جلد از جلد نتاشہ کے پاس جانا تھا۔ اُس کی خیریت معلوم کرنی تھی۔

سوئینگ ڈور کھولتے ہوئے وہ اندر آیا۔ سامنے ہی وہ بیٹھی تھی۔ بازو پر پٹی باندھے۔ صرف ایک نظر۔ ایک نظر اُس پر ڈالتے ہی شہریار کے چہرے پر زندگی بحال ہوتی نظر آئی۔ جیسے صحرا میں نظر آتے سرابوں کے بیچ حقیقت میں پانی مل گیا ہو۔ جیسے بیمار کو قرار آگیا ہو۔ جیسے پت جھڑ میں بہار کی نوید سُنا دی گئی ہو۔

--------★--------

ڈاکٹر نتاشہ کے بازو کا معائنہ کر رہا تھا۔ گولی چھو کر گزری تھی۔ لیکن زخم گہرا تھا۔ سیلائن سلوشن سے زخم دھونے کے بعد زخم پر آئنٹمنٹ لگائی گئی۔ بینڈ یج ہو رہی تھی۔ اس سب کے دوران مرتاض بغور ڈاکٹر کے چلتے ہاتھ اور نتاشہ کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ ساتھ کھڑی نرس نے ابھی چند لمحے پہلے ہی اُس کے چہرے کے زخموں پر بینڈ یج لگایا تھا۔

"مجھے دیکھنا بند کرو۔" وہ جھنجھلا گئی۔ پریشان تو ڈاکٹر اور ساتھ موجود سٹاف بھی تھا۔ لیکن ضبط کر رہے تھے۔

"آپ کے بھرپور اسرار پر میں نے آپ کو یہاں بیٹھنے کی اجازت دی تھی۔ لیکن آپ پیشنٹ کو ڈسٹرب کر رہے ہیں۔" بینڈ یج فکس کرتے ڈاکٹر نے تبصرہ کیا۔

www.novelsclubb.com

"میں نے کچھ نہیں کیا۔" وہ دفاعی انداز میں بولتے ہوئے ذرا پیچھے ہوا۔ نظروں کا رخ البتہ نہیں بدلا۔

"فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ کچھ اینٹی بائیوٹکس ہیں۔ تین دن تک لیں۔۔۔"

مزید چند ایک ہدایات کے بعد میڈیکل سٹاف چلا گیا۔ پرائیویٹ روم میں اب صرف نتاشہ اور مرتاض تھے۔ وہ بیڈ کی سائیڈ پر بیٹھی تھی۔ وہ اُس کے برابر آبیٹھا۔ سر نتاشہ کے کندھے پر ٹکا دیا۔ وہ جو کچھ کہنے لگی تھی بالکل ساکت رہ گئی۔

"تھینک یو۔ میری خاطر آنے کے لیے۔" نتاشہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اُس کے انداز میں کیا نہیں تھا۔ تشکر۔ احسان مندی۔ خلوص۔ محبت۔

"میں ڈر گیا تھا نتاشہ۔ مجھے لگا میرے لیے کوئی نہیں آئے گا۔ میں اس آگ میں جل جاؤں گا۔ تباہ ہو جاؤں گا۔ لیکن آپ آ گئیں۔ مجھ جیسے کرسڈ انسان کے لیے

آپ نے اپنی زندگی کی پرواہ نہیں کی۔ "نتاشہ کا کندھا بھیگنے لگا۔ وہ رو رہا تھا۔ بے آواز۔ آہستہ۔

"ساری زندگی میں نے آگ برداشت کی ہے۔ میرا جسم اور روح جھلس گئے تھے۔ میرا دل جل چکا تھا۔ مجھے لگا آج میں مکمل فنا ہو جاؤں گا۔ میں ایک لمحے کو لرز گیا تھا۔ خوف مرنے کا نہیں تھا۔ آپ سے دور جانے کا تھا۔ "نتاشہ کے ہاتھ پر اُس کی گرفت مضبوط ہوئی۔

"ساری عمر مرنے کی خواہش کی۔ مگر جب اُس نے مجھ پر گن تانی۔ مجھے احساس ہوا کہ میں مرنا نہیں چاہتا۔ میں آپ کے ساتھ جینا چاہتا ہوں۔ آپ کی محبت کی خاطر میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ "رونے میں روانی آگئی۔ نتاشہ نے اُسے روکا نہیں۔

"میں کرسڈ انسان ہوں۔ میری وجہ سے آپ کو تکلیف ہوئی۔ مجھے آپ کے قریب نہیں ہونا تھا۔ پر میں ہوتا گیا۔" وہ سلیف بلیم کر رہا تھا۔ وہی جو اُس کو سکھایا گیا تھا۔ وہی جو وہ شروع سے کر رہا تھا۔

"تم کرسڈ نہیں ہو مرتاض حیدر۔" نتاشہ کے لہجے میں ایک اٹل پن تھا۔

"کرسڈ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمہیں آگ میں جھلسایا۔

منحوس وہ ہاتھ ہیں جنہوں نے تمہیں تکلیف دی۔

منحوس وہ باتیں ہیں جو تمہارے دل کو زخمی کرتی ہیں۔

تم منحوس نہیں ہو۔ تم سروائیور ہو۔ زندگی کے جہنم کی آگ کے سروائیور۔"

اُس کی باتیں مرہم کی صورت مرتاض کے جھلستے وجود کو ڈھانپ گئی تھی۔

"تم سروائیور ہو مرتاض۔ اور سروائیور کسی صورت کرسڈ نہیں ہوتے۔"

جلتے جسم پر ٹھنڈی پھوار پڑی۔ آگ کی جلن ماند پڑنے لگی۔ پھوار کی ٹھنڈک بڑھنے لگی۔ نتاشہ اپنے لفظوں سے اُس کے زخم سینچ رہی تھی۔

دھیرے سے رُخ موڑے وہ اپنے ہاتھ سے مرتاض کے گال پر بہتے آنسو پونچھنے لگی۔ گال پر لگے زخم میں چھونے سے تکلیف اٹھی تھی۔

"تم نہ ہوتی تو میں کبھی یہ سب سروائیو نہ کر پاتا۔" وہ بہت دھیرے سے بولا تھا۔

"میں کیوں نہ ہوتی؟" نرمی سے پوچھا۔ "جہاں مرتاض ہو گا وہاں نتاشہ ہو گی۔ ہم دونوں کو ایک دوسرے کے لیے بنایا گیا ہے۔ ہم جہاں مرضی چلے جائیں۔ جو مرضی راستہ اختیار کریں۔ ہماری منزل ایک ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے بغیر نامکمل ہیں۔"

"تھینک یو۔ مجھ سے محبت کرنے کے لیے۔" کندھے سے سر اُٹھایا۔

"محبتوں کے لیے شکریہ نہیں کرتے۔ یہ مقدر ہوتی ہیں۔ جن کی لکیروں میں ہوں انہیں مل کر ہی رہتی ہیں۔"

آہستگی سے دوسرا صحیح بازو اُٹھایا اور انگوٹھے سے اُس کے گال پر بہتے آنسو پونچھنے لگی۔

مرتاض کی آنکھوں میں تشکر کا پانی بھرنے لگا۔ کیا زندگی اس قدر مہربان بھی ہو سکتی تھی۔ کیا واقعی جو شہہ رگ سے قریب تھا وہ مرتاض پر کرم کر رہا تھا۔ دل نے چیخ چیخ کر اُس رب کے رحیم ہونے کی گواہی دی تھی۔

"تمہیں معلوم نہیں ہے۔ تم واجب المحبت ہو۔ تم سے محبت کرنا مجھ پر واجب ہے۔" بے حد محبت سے کی گئی سرگوشی پر وہ بے یقینی سے مسکرایا تھا۔

"شاید میں واقعی کرسڈ نہیں ہوں۔" وہ بڑبڑایا۔ "بھلا کرسڈ لوگوں کے نصیب میں آپ جیسی رحمت آتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ آپ جیسی رحمت تو کسی خاص کے حصے میں ہوتی ہے۔"

"سمجھ لو تم خاص ہو۔" دھیرے سے اُس کا کندھا تھپکا۔

"کیا اس خاص کو شیشے میں اپنا زخمی چہرہ دیکھنے کی اجازت ہے؟ مجھے پورا یقین ہے اس کٹے پھٹے بینڈ یج لگے چہرے کے ساتھ میں بالکل ہینڈسم نہیں لگ رہا ہوں۔" شرافت سے کی گئی بات پر نتاشہ کا ہنسنا بے اختیار ہے۔

"اجازت ہے۔" ہنسنے کے دوران کہا۔ وہ کمرے سے ملحق واشروم میں چلا گیا۔ عین اس لمحے کمرے کا دروازہ پوری طرح کھلا۔ نتاشہ نے چہرہ موڑا۔ شہریار آیا تھا۔ کئی لمحے وہ نتاشہ کو دیکھتا رہا۔ پھر دھیرے سے قدم اُٹھاتا اُس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"تم ٹھیک ہو؟" آنکھوں میں ڈھیروں فکر لیے پوچھا۔ کم از کم اس فکر میں کوئی کھوٹ یا دکھاوا نہیں تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" معمول کے برعکس کوئی کڑا جواب نہیں دیا۔

شہریار نے انگلی کے پوروں سے اُس کے بازو کی بینڈیج کو چھوا۔ "تکلیف تو نہیں ہے؟" نرم سا استفسار۔

"قابلِ برداشت ہے۔"

"گارڈز کے لیے شکریہ۔ تم نے مجھے بہت بڑی فیوردی ہے۔" سامنے دیکھتے ہوئے بولی۔

www.novelsclubb.com

"یہ سب گارڈز بیکار ہیں۔ یہ تمہاری حفاظت نہیں کر سکے۔" وہ نرمی سے اُس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"اُن کی غلطی نہیں ہے۔" آرام سے ٹوکا۔ "میں خود آگے بڑھی تھی۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ اس لمحے وہ صرف اُسے دیکھنا چاہتا تھا۔ اُس کی خیریت کے بارے میں اطمینان کرنا چاہتا تھا۔ اندر کہیں وہ اُسے کے گلے سے لگنا چاہتا تھا۔

"کسی گارڈ کو جاب سے فائر مت کرنا۔ انہوں نے میرا کام مکمل کیا۔" وہ چونکا۔ کیا آج بھی وہ شہریار کے ہر عمل سے آگاہ تھی۔

"تم آج بھی مجھے مجھ سے بہتر جانتی ہوں۔" ہولے سے ہنسا۔ "کسی گارڈ کو فائر نہیں کروں گا۔ تم سے وعدہ ہے۔" پاس رکھی کرسی کھینچ کر نتاشہ کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"رات بہت ہو گئی ہے۔ تمہیں گھر جانا چاہیے۔" پاؤں اوپر سمیٹتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"کچھ دیر تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ پلیز انکار مت کرنا۔" لہجے میں بے حد نرمی تھی۔ وہی نرمی جو صرف نتاشہ کے لیے مخصوص تھی۔ اُس نے مزید کچھ نہیں کہا۔

"ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ ایسا کیا ضروری کام تھا جو تم نے مجھ سے مدد مانگی۔۔۔" انداز محتاط تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی۔ ضروری کام خود واشروم سے باہر نکل آیا تھا۔

"اب شکل قابلِ قبول لگ رہی ہے۔۔" وہ جو بول رہا تھا شہریار کو دیکھ کر چپ ہو گیا۔

یہ شخص۔۔ یہ چہرہ مرتاض نے کہیں دیکھا تھا۔۔۔ ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔ اخبار کی ہیڈ لائینز۔ یہ شخص شہریار آفندی تھا۔ نتاشہ کا سابقہ منگیتر۔ مرتاض نے ایک جلن زدہ نظر اُس پر ڈالی۔ وہ نتاشہ کے اتنے قریب بیٹھا تھا کہ ذرا سا ہلنے پر اُس کے ہاتھ نتاشہ کے گھٹنے سے مس ہو سکتے تھے۔ اُس کی آنکھیں جلنے لگیں۔ سابقہ منگیتر کو یہاں نہیں ہونا چاہیئے تھا۔

شہریار نے ایک نظر نووارد کو دیکھا۔ یہ شخص۔۔عادل کی رپورٹ کے مطابق یہ مرتاض حیدر تھا۔ نتاشہ کا بزنس پارٹنر۔ اور اُس کی نئی محبت بھی۔ بے اختیار اُس کا دل جلنے لگا۔ بزنس پارٹنڑ کو نتاشہ کے اتنے قریب نہیں ہونا چاہیے تھا۔

"میں تم دونوں کا تعارف کروادیتی ہوں۔" ماحول کے تناؤ سے بے نیاز آفر کی گئی۔

"کوئی۔ ضرورت۔ نہیں۔" دونوں مردوں نے بیک وقت چبا کر لفظ ادا کیے تھے۔

"جیسے تمہاری مرضی۔" اُس نے کندھے اُچکائے۔ ہاسپٹل بیڈ کے ریسٹ سے ٹیک لگالی۔ کمر درد کر رہی تھی۔ بازو بھی دُکھنے لگا تھا۔

"مرتاض مجھے پین کِلرز چاہیے۔"

www.novelsclubb.com

اس سے پہلے وہ آگے بڑھتا شہریار نے سائیڈ سے ٹیبلٹس اور پانی کی بوتل اُٹھالی۔ دو ٹیبلٹس نتاشہ کی ہتھیلی پر رکھیں۔ پھر بوتل کا ڈھکن کھول کر اُس کے آگے کیا۔

یہ منظر دیکھ کر مرتاض کے سر پر لگی تلووں پر بجھی۔ کیا ضرورت ہے اس سیاسی بزنس مین کو جینٹل مین بننے کی۔ وہ دل ہی دل کڑھ گیا تھا۔

گلا کھنکھارتے ہوئے اُس نے اپنی موجودگی واضح کی۔ نتاشہ کے پاس بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اُس نے کینہ توڑ نظر سے سیاسی بزنس مین کو دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"سر کو انفارم کروں یا نہیں؟"

"میرا نہیں خیال جہانگیر صاحب کو ڈسٹرب کرنا چاہیئے۔" یہ جواب شہریار کی طرف سے آیا تھا۔ وہ آنکھیں موند گئی۔ تھکن غالب آرہی تھی۔

"میں نتاشہ سے پوچھ رہا ہوں۔" جھٹکے سے رُخ موڑا۔

"ضرورت نہیں تھی ویسے اس بات کی۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے نتاشہ اپنے بابا کو پریشان معاملات سے دور رکھتی ہے۔" جتاتے انداز میں باور کرایا۔

"تمہیں بھی پتا ہونا چاہیئے۔ نتاشہ جہانگیر صاحب سے کچھ نہیں چھپاتی۔" اُس کا انداز چبھنے والا تھا۔

"اس کا فیصلہ نتاشہ کرے تو بہتر ہے۔" سابقہ منگیتر نے مشورہ دیا۔

کہتے ساتھ ہی دونوں نے نتاشہ کی جانب دیکھا۔ ریسٹ سے ٹیک لگائے، گردن ایک طرف کو ڈھلکائے وہ سو گئی تھی۔

مرتاض نے بے ساختہ لب کاٹا۔ شہریار بس اُسے دیکھے گیا۔

"ہمیں باہر چلنا چاہیئے۔ ورنہ یہ ڈسٹرب ہوں گی۔" یہ مشورہ بزنس پارٹنر کا تھا۔

"ہمم۔" وہ اُس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

"جب نتاشہ صاحبہ نیند سے اُٹھ جائیں پھر باقی کا دیکھ لینا۔ اگر اس وقت اِن کی آنکھ کھلی تو کسی بھی چیز سے آپ کے چہرے کا نقشہ بگاڑ دیں گی۔" دانت پیستے ہوئے اطلاع دی۔ کیسا ڈھیٹ آدمی تھا۔ اپنی نیلی آنکھوں سے مسلسل نتاشہ کو دیکھے جا رہا تھا۔

"تمہیں میرے ساتھ اتنا فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ کرسی سے اُٹھتا بولا۔ مرتاض کے گویا تن بدن میں آگ لگ گئی۔

صرف نتاشہ کے سونے کا لحاظ کرتے ہوئے چُپ رہ گیا۔ ورنہ آج وہ اِس نیلی آنکھوں والے سیاستدان کے دماغ کے ڈھیلے کس بل اچھی طرح نکال دیتا۔

----------★----------

"یہ محترم کب تک ہمارا پیچھا کریں گے؟" ریرویو مرر میں دیکھتے مرتاض نے پوچھا۔ سلور گاڑی مسلسل اُس کے پیچھے تھی۔

"میرے گھر تک۔" فرنٹ سیٹ پر بیٹھی نتاشہ بولی۔

وہ لوگ پوری رات ہاسپٹل میں تھے۔ صبح ہوتے ہی نکلے تھے۔ اور شہریار اس سب کے دوران ایک پل بھی گھر نہیں گیا تھا۔ اور اب بھی مرتاض کی گاڑی کے پیچھے ڈرائیو کر رہا تھا۔

"آپ کو منع کرنا چاہیئے تھا۔" سرسری سا کہا۔ مگر اندر ہی اندر وہ جلن چھپا رہا تھا۔ جانے کب اس سیاستدان سے پیچھا چھوٹے گا۔

"میرے منع کرنے سے فرق نہ پڑتا۔ وہ اپنے ارادوں سے پیچھے نہیں ہٹتا۔" سر ہیڈ ریسٹ پر ٹکا لیا۔ مرتاض نے مزید سوال کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ریرویو مرر میں شہریار کی گاڑی اب نظر نہیں آ رہی تھی۔ شاید وہ کہیں رُک گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوگ لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ یوسف فکرمندی سے اپنی بیٹی سے کل کا احوال پوچھ رہے تھے۔ حمدان مرتاض سے بات کر رہا تھا۔

شہریار لاؤنج میں داخل ہوا۔ہاتھ میں موجود آرکڈ کا گلدستہ سینٹر ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ تاشہ سے ذرا فاصلہ رکھتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا۔اب وہ تینوں ایک صوفے پر تھے۔جبکہ حمدان اور مرتاض دوسرے پر۔اگر اُس کا بس چلتا تو یہی گلدستہ اُٹھا کر اس منحوس سیاستدان کے منہ پر دے مارتا۔آہ اگر اُس کا بس چلتا۔۔۔۔

یوسف نے ایک کٹیلی نگاہ نووارد پر ڈالی۔انہیں شہریار کی موجودگی ہرگز پسند نہیں آئی تھی۔

"دوست بن کر آیا ہوں۔مزید کچھ نہیں۔"وہ تحمل سے بولا۔

"تمہیں سچ میں لگتا ہے دوست کا لیبل استعمال کر کے تم جب چاہے جیسے چاہے میرے گھر میں آسکتے ہو۔۔ہرگز نہیں شہریار۔تمہیں اس گھر میں اور ہماری

زندگی میں واپس آنے کی کوئی اجازت نہیں ہے۔"ان سب نے پہلی بار یوسف کو اس قدر تلخ اور غصے میں دیکھا تھا۔

حمدان حیران ہوا تھا۔ البتہ مرتاض کے دل میں سکون کی لہر دوڑی تھی۔ ہلکی سی کمینی مسکراہٹ تو چہرے سے جھلکنے بھی لگی تھی۔

"میں نتاشہ کے لیے یہاں آیا ہوں۔ معذرت چاہتا ہوں لیکن آپ کے منع کرنے سے نہیں جاؤں گا۔" وہ بھی ڈھیٹوں کا سردار تھا۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتے۔ نتاشہ نے ٹوک دیا۔

"بابا رہنے دیں۔ وہ تھوڑی دیر تک چلا جائے گا۔"

"سیریئسلی نتاشہ۔۔"اُن کا غصہ کم نہیں ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

"شہریار کے گارڈز نے مجھے پروٹیکٹ کیا تھا ورنہ میں زیادہ زخمی بھی ہو سکتی تھی۔" صرف ایک بات اور یوسف کا غصہ دھیما پڑ گیا۔ اپنی بیٹی کی حفاظت کرنے والے کو وہ گھر سے نہیں نکال سکتے تھے۔

مرتاض کے چہرے کا زاویہ بری طرح بگڑا تھا۔ کیوں وہ اُس کی سائیڈ لے رہی تھی۔ حمدان اُس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے دبا دبا سا ہنسا۔

شہریار البتہ ساکت رہ گیا تھا۔ جانے کتنے عرصے کے بعد تاشہ نے اس کو نام سے مخاطب کیا تھا۔ کہنے کو فقط نام تھا۔ مگر شہریار کی سماعتوں میں موسیقی کی مانند اُترا تھا۔ اور اُس کی پوری روح کو سرشار کر گیا تھا۔

بھلا کسی کے لبوں سے اپنا نام سننا بھی مثلِ شفا ہو سکتا تھا؟ یہ اُس کو گمان نہیں تھا۔

"مجھے بھوک لگی ہے یار۔ ناشتہ نہیں کرنا۔" حمدان نے سب کی توجہ کھینچی۔

"ہاں پلیز۔ مجھے بھی بہت بھوک لگی ہے۔ لیکن سب کی باتیں ہی ختم نہیں ہو رہیں۔" تاشہ نے ہامی بھری۔ ویسے بھی وہ سوالوں کے جواب دے کر تھک چکی تھی۔

"میں ناشتہ لگواتا ہوں۔ اس سے پہلے میرا 'اِناللہ' ہو جائے۔" وہ تیزی سے اُٹھا تھا۔

وہ مسکرا دی۔

"میں فریش ہو کر آتی ہوں۔" وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ پیچھے رہ گئے وہ تین مرد۔ جو اُس کی خاطر کچھ بھی کر سکتے تھے۔

"تم نے اپنے گارڈز کیوں بھیجے تھے؟" وہ شہریار سے مخاطب تھے۔

"میں تاشہ کو منع نہیں کر سکا۔" سیدھا سا جواب۔

"تم نے جو کیا اُس کے لیے میں مشکور ہوں۔ تم جب تک چاہو یہاں رُک سکتے ہو۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ میں چاہتا ہوں تم تاشہ سے فاصلہ رکھو۔ اُس کے

قریب ہونے کی کوشش میں اُسے تکلیف مت دینا۔" وہ باپ بن کر تنبیہہ کر رہے تھے۔

"میں نتاشہ کو تکلیف نہیں دوں گا۔ میرا وعدہ ہے۔"

مرتاض نے اس لمحے خود کو پسِ منظر کا حصہ محسوس کیا۔ جس پر کسی کی توجہ نہیں تھی۔ دل البتہ خاک ہو رہا تھا۔ سامنے بیٹھا رقیب پورے حق سے نتاشہ کا نام لے رہا تھا۔ رقیب کو یہ حق نہیں ہونا چاہیئے۔

"آپ اپنے بزنس پارٹنر سے کیوں نہیں پوچھتے وہ گودام میں کیا کر رہا تھا۔ کیوں نتاشہ اُس کے پیچھے گئی۔" شہریار کی بات پر وہ سیدھا ہوا۔ یقیناً یہ سوال اُس کی جانب پھینکا گیا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم وہ گودام تک کیسے آئیں۔ میں نے نہیں بلایا تھا۔" وہ دفاعی موڈ میں آ گیا۔

"تمہیں صفائی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔" یوسف نرمی سے بولے۔ کم از کم وہ مرتاض پر کسی صورت شک نہیں کر سکتے تھے۔

"ایک بزنس پارٹنر اتنا عزیز ہو گیا کہ بیٹی کی زندگی خطرے میں پڑ جانے کے بعد بھی کوئی وضاحت نہیں۔" شہریار بے یقینی سے پوچھ رہا تھا۔ آخر کیا خاص تھا اس آدمی میں جو نتاشہ اور یوسف کو نظر آتا تھا۔

"ہاں۔ مرتاض مجھے عزیز ہے۔ اتنا عزیز کہ نتاشہ کے معاملے میں اپنے بعد مجھے صرف اس پر بھروسہ ہے۔" ایک جواب۔ اور سیاستدان کا پورا پورا جل اُٹھا۔ سامنے والے کو خاص نہیں ہونا چاہیے۔ یہ حق صرف اُس کے پاس ہونا چاہیئے۔

"میں تمہاری جگہ ہوتا تو نتاشہ پر آنچ آنے سے پہلے خود فنا ہو جاتا۔" اُس نے ہر لفظ چباتے ہوئے مرتاض پر ڈائریکٹ حملہ کیا۔ اگر رقابت ہے تو ہے۔

"تم اُس کی جگہ نہیں ہو سکتے۔" یہ جواب سیڑھیاں اُترتی نتاشہ نے دیا تھا۔

"رہی بات کل جو کچھ ہوا تو وہ سب میرا اپنا فیصلہ تھا۔ مرتاض نے مجھے نہیں بلایا تھا۔ میں خود گئی تھی۔ جب کافی دیر تک ہمارا رابطہ نہیں ہو سکا تو میں نے اس کی لوکیشن چیک کی۔ پولیس کو انوالو کرنا میں نے مناسب نہیں سمجھا۔ اس لیے تمہارے پرائیویٹ گارڈز لیے۔ یہ سب میرا اپنا ذاتی فیصلہ تھا۔" ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے وہ سامنے سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔

"اگر کسی کو مزید کوئی مسئلہ ہے تو مجھ سے سوال کرے۔ مرتاض سے نہیں۔" لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔ وہ ایک بار پھر جنگ کے میدان میں ڈھال بن کر آئی تھی۔

"آپ نے میری لوکیشن کیسے چیک کی؟ میرا موبائل پاور آف تھا۔" وہ حیران ہوا تھا۔

"میں نے تمہاری گاڑی میں ٹریکر لگوایا ہے۔" آرام سے جواب دیا۔

"آپ میری جاسوسی کر رہی تھیں۔" وہ بے یقین تھا۔

"کرنا پڑتا ہے بزنس پارٹنر صاحب۔"مسکرا کر کہا۔

"تم ایک بزنس پارٹنر کے لیے اپنے زندگی خطرے میں کیسے ڈال سکتی ہوں۔"

لہجے میں شکوہ تھا۔شہریار کا دل خاکستر ہو رہا تھا۔سامنے والا خاص نہیں تھا۔بے حد خاص تھا۔

"تمہیں کس نے کہا ہم صرف بزنس پارٹنر ہیں۔"ایک نظر اُس پر ڈالی۔"اگلی بار عادل سے کہنا تمہیں زیادہ اچھی انفارمیشن دے۔یا مجھ سے پوچھ لینا میں خود بتادوں گی۔"انداز استہزائیہ تھا۔وہ جانتی تھی شہریار اُس کے بارے میں کھوج لگا رہا ہے۔

www.novelsclubb.com

"تم دونوں میں کیا تعلق ہے؟"وہ صرف ایک بات پر اٹکا تھا۔

"ہم شادی کر رہے ہیں۔" ایک جملہ۔ صرف ایک جملہ۔ اور شہریار آفندی کا وجود پتھرا گیا۔ سینے میں کچھ بری طرح ٹوٹا تھا۔ پورا جسم اندر سے زخمی ہو رہا تھا۔ تکلیف شعلوں کی مانند اُس کے وجود کو لپیٹ رہی تھی۔

"تم اس آدمی سے شادی نہیں کر سکتیں۔" اُس کو اپنی آواز کھوکھلی لگی۔

"یقین کرو۔ میں جو چاہے کر سکتی ہوں۔" کیا بے نیازی تھی۔ کیا انداز تھا۔

"تمہیں نہیں لگتا تم زیادہ پرسنل ہو رہے ہو۔" مرتاض نے کٹیلی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا۔ مگر رقیب سن نہیں رہا تھا۔

پھر کسی سلو موشن کی طرح شہریار اُٹھا اور نتاشہ کے قریب گھٹنا موڑے کارپٹ پر بیٹھتا گیا۔ آنکھیں مسلسل اُس کے چہرے پر تھیں۔ اس طرح کے وہ اوپر تھی۔ اور انا پرست سیاستدان نیچے۔

اُس نے دھیرے سے نتاشہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ نیلی آنکھوں نے سیاہ آنکھوں کو دیکھا۔ یوسف، مرتاض سب پسِ منظر کا حصہ بن گئے۔

"صرف ایک بار، میرے بارے میں سوچو۔ صرف ایک بار۔ شاید میری کوئی اچھی بات تمہیں یاد آجائے۔ ہو سکتا ہے میں تمہیں کسی ایک لمحے اچھا لگنے لگو۔ ایک بار سوچو تو سہی۔ صرف میرے بارے میں۔"

ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ آواز لرزی تھی۔ وہ بے بسی کے آخری درجے پر تھا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم مجھے چُنو۔ صرف ایک بار میرا انتخاب کرو نتاشہ۔ میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ میں خود کو بدل لوں گا۔۔ سیاست چھوڑ دوں گا۔۔ کہو گی تو بزنس بھی چھوڑ دوں گا۔ تمہیں کہیں دور لے جاؤں گا۔ بس تم۔۔۔ تم میرے پاس آجاؤ۔" نیلی آنکھیں ڈھیروں آس لیے دیکھ رہی تھیں۔

"یہ ممکن نہیں ہے۔" دھیرے سے کہتے ہوئے ہاتھ اُس کی گرفت سے کھینچا۔

"ساری زندگی تمہاری قدموں میں بیٹھے گزار دوں گا۔ صرف ایک بار مجھے منتخب کرو۔ صرف ایک بار۔۔"اُس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر تاشہ کی قیمص کے گھیرے پر گرنے لگے۔

تاشہ کے دل کو کچھ ہوا۔ شہریار رو رہا تھا۔ اُس کے بچپن کا دوست رو رہا تھا۔ وہ تو کبھی نہیں روتا تھا۔ پھر آج کیوں۔۔ایک عجیب کشمکش تھی۔ نہ وہ اُسے تھام سکتی تھی۔ نہ دھتکار سکتی تھی۔

دوستی بھی کیا عجیب چیز ہے نہ۔ درمیان میں چاہے ہزاروں فاصلے آجائیں۔ لیکن دوست کی تکلیف پر دل ہمیشہ دکھتا ہے۔ دوست دشمن بھی بن جائے تب بھی عزیز رہتا ہے۔

"اُٹھ جاؤ شہریار۔ میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔" بے خیالی میں اُس کا لہجہ نرم پڑ گیا تھا۔ باقی دونوں خاموش تماشائی بنے دیکھتے رہے۔ یہ نتاشہ کا فیصلہ تھا۔ اُسے ہی کرنا تھا۔

"ایک بار پھر مجھے نام سے پکارو۔" وہ التجا کر رہا تھا۔

"میں ڈرائیور سے کہتی ہوں تمہیں گھر چھوڑ دے۔" وہ اُٹھنے لگی۔

"کیا اب تمہیں میرے نام سے بھی نفرت ہو گئی ہے۔ کیوں میرا نام نہیں لیتیں۔۔"

"ہم پھر کبھی بات کریں گے۔ تم ابھی ٹھیک نہیں ہو۔ اُٹھو۔ گھر چلو۔" گھٹنا موڑتے ہوئے وہ اُس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا نتاشہ۔ مجھے لگا تم ناراض ہو۔ میں منا لوں گا۔ تم ہمیشہ مان جاتی تھیں۔ اب کیا ہو گیا۔ کیوں تم نے میری جگہ کسی دوسرے کو دے دی۔ تم ایسا کیسے کر سکتی ہو۔"

"تم نے مجھ پر ہاتھ اُٹھایا تھا۔ میں تمہیں اس کے لیے کبھی معاف نہیں کر سکتی۔"

وہ دوبارہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"خدا گواہ ہے میں تم پر کبھی ہاتھ نہ اٹھاتا۔ لیکن تمہارے دور جانے کی بات پر میں ہوش کھو بیٹھا۔ تم کیسے مجھ سے دور جا سکتی تھیں؟ مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔" وہ اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ نیلی آنکھیں ملال لیے تھیں۔

"کوئی بھی وجہ تمہارا ہاتھ اٹھانا جسٹیفائی نہیں کر سکتی۔" وہ سختی سے بولی تھی۔ مگر شہریار پر اثر نہ ہوا۔ وہ اپنی کہے جا رہا تھا۔

"میری ماں مری۔ تم میرے ساتھ تھیں۔ میرے باپ نے دوسری شادی کی تم میرے ساتھ تھیں۔ تمہاری ماں چلی گئی۔ میں تمہارے ساتھ تھا۔ سکول، کالج، یونیورسٹی۔ ہر جگہ ہم دونوں ساتھ رہے ہیں۔ زندگی کے سفر میں بھی ہمیں ساتھ ہونا چاہیے۔ کوئی تیسرا ہمارے درمیان کیسے آسکتا ہے۔"

"اِن سب باتوں کا فائدہ نہیں ہے شہریار۔" وہ تھکن سے بولی۔ "میں فیصلہ کر چکی ہوں۔ میرا انتخاب مرتاض ہے۔ میں تمہیں کبھی نہیں چنوں گی۔ ہمارے راستے الگ ہیں۔ بہتر ہے تم بس بات کو سمجھ لو۔" وہ جس قدر تحمل کا مظاہرہ کر سکتی تھی۔ کر رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"تم اپنا فیصلہ نہیں بدلو گی؟"

"نہیں۔"

اُس کے دل کو کسی نے آری سے کاٹ دیا۔ درد پورے وجود میں پھیلنے لگا۔ اُس نے تکلیف اور بے بسی سے اپنا ماتھا نتاشہ کے کندھے پر ٹکا دیا۔ وہ سُن رہ گئی۔ وہ بے آواز رونے لگا۔ اُس کا کندھا بھیگنے لگا۔

مرتاض حیدر کے صبر کی انتہا ہو گئی۔ سامنے والے کو نتاشہ کے اتنے قریب ہونے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ وہ جھٹکے سے اُٹھا اور شہریار کو کھینچ کر نتاشہ سے دور کیا۔ اس طرح کے نتاشہ اُس کے پیچھے چھپ گئی اور وہ شہریار کے سامنے آ گیا۔

"دوبارہ۔ ان۔ کے۔ قریب۔ مت۔ آنا۔" ایک ایک لفظ چبایا۔

"من پسند ہونا کسی کو کتنا خاص بنا دیتا ہے نہ۔" لہجے میں بے پناہ قلق اور حسرت تھی۔ ایک نظر اوپر سے نیچے تک مرتاض کو دیکھا۔ پھر اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

ایک من پسند اور منتخب مرد تھا۔ دوسرا دل سے اترا ہوا مرد تھا۔ ان دونوں کا کوئی مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

--------★--------

دوپہر کے قریب مرتاض گھر واپس آیا تھا۔ جہنم کی رات تھی جو گزری تھی۔ صبح بھی خاصی کڑی تھی۔ شہریار کا نتاشہ کے لیے بے خود ہونا اُس نے واضح محسوس کیا تھا۔ ایک سوچوں کا ریلا لیے وہ باتھروم گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دراز قد شیشے کے سامنے کھڑا تھا۔ ٹراؤزر شرٹ پہنے۔ گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑتے ہوئے۔ ایک نظر خود پر ڈالتے ہوئے تولیہ صوفے کی جانب اُچھالا۔ اب وہ شرٹ کے بازو فولڈ کر رہا تھا۔

"تم کرسڈ نہیں ہو۔" ایک آواز اُس کے کانوں میں گزری۔

وہ دھیرے سے مسکرایا۔ دوسرا بازو فولڈ کرتے ہوئے سیدھا ہوا۔ شیشے میں اُس کا عکس مکمل تھا۔ بازو پر لگے نشان اب مرتاض کے برے نہیں لگ رہے تھے۔ وہ خود کو قبول کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یا شاید کسی کی محبت یہ سب کروا رہی تھی۔

دروازہ پار کرتے ہوئے وہ نیچے کی طرف بڑھا۔ معمول کے مطابق رفعت بی اور غیر معمولی طور پر ابراج لاؤنج میں موجود تھا۔ وہ سلام کرتے ہوئے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

دادی اور ابراج نے معنی خیز نظروں کا تبادلہ کیا۔ فولڈ سلیوز دونوں دیکھ چکے تھے۔ ان کے لیے یہ سب حیران کن مگر خوش آئند تھا۔ البتہ چہرے پر لگے بینڈیج باعثِ فکر بھی تھے۔

"کس کے محبوب سے پِٹ کر آرہے ہو؟" ابراج نے مشکوک نگاہوں سے دیکھا۔

"بکواس نہ کرو۔"وارن کیا۔

"اچھا یہ بتادو کس خاتون کے باپ بھائی سے پِٹ کر آرہے ہو؟"وہ بھی کہاں باز آنے والا تھا۔

"مجھے اس بارے میں بات نہیں کرنی۔"مرتاض نے بات ختم کی۔

"بھائی کافی ہینڈسم لگ رہے ہیں۔"آہ۔ابراج احمد کی زبان فارغ نہیں رہ سکتی تھی۔

"معلوم ہے۔"کیا انداز تھا۔واہ۔

"یار میں تعریف کررہا ہوں۔آپ کو کامپلیمنٹ قبول کرنا بھی نہیں آتا۔"ابراج واضح طور پر برامان گیا تھا۔

"میں self aware ہوں۔تم اپنی تعریف اپنے پاس رکھو۔"وہ جس طرح بولا باقی دونوں عش عش کر اُٹھے۔

"جناب کے تو رنگ ڈھنگ ہی بدلے ہوئے ہیں۔" وہ تن کر بولا۔ رفعت بی نے ہنسی دبائی۔

"ویسے کیا خاص بات ہے جو میرا پوتا آج اتنا فریش لگ رہا ہے۔"

"یوں سمجھے صدیوں کی تھکان کے بعد قرار مل گیا ہے۔" سر صوفے کی پشت سے ٹکا دیا۔ وہ کل رات سے جاگا ہوا تھا۔ اب گھر کا تحفظ اور انٹرنل ہیٹنگ سسٹم کی گرماہٹ، اس پر ہلکی غنودگی طاری ہونے لگی۔

"اس قرار کا نام پوچھ سکتی ہوں۔" احتیاط سے سوال کیا۔ اس پوتے کا بھروسہ نہیں تھا۔ جانے کب بگڑ جاتا۔

"نتاشہ یوسف۔" وہ جس قدر بے اختیاری سے بولا تھا وہ دونوں دم بخود رہ گئے۔

"تمہاری بزنس پارٹنر۔" ابراج نے تصدیق چاہی۔

"یوسف جہانگیر کی بیٹی۔" دادی نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔

www.novelsclubb.com

"جی ہاں۔"

رفعت بی کے چہرے پر ایک عجیب سی خوشی دمکی تھی۔ وہ یہی تو چاہتی تھی کہ مرتاض محبت کی طرف قدم بڑھائے۔ اپنے بارے میں سوچے۔ آج ان کی یہ خواہش بھی پوری ہو گئی تھی۔

"مجھے تو نتاشہ شروع سے بہت پسند ہے۔" اُن کی باچھیں کھل گئیں۔

"آپ کو کوئی لڑکی بری بھی لگتی ہے؟ جس مرضی لڑکی سے ملوا دو، آپ کو پسند آجاتی ہے۔" چھوٹا پوتا طنزیہ بولا۔

مرتاض بے ساختہ ہنس دیا۔ دادی جو کچھ کہنے والی تھیں، مرتاض کو دیکھ کر مسکرا دیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اُن کے اس بچے نے بہت تکلیفیں سہی تھیں۔ اس کو ہنستا دیکھنے کے لیے آنکھیں ترس گئی تھیں۔ اور آج، جانے کتنے عرصے بعد، مرتاض حیدر پورے دل سے ہنسا تھا۔

"بھائی تو محبت میں کملا گئے ہیں۔ بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔ ہر بات پر ہنستے جا رہے ہیں۔ میں نتاشہ سے پوچھتا ہوں۔ وہ صحیح بات بتائے گی۔" ابراج نے اپنے بڑے بھائی کو مشکوک آنکھوں سے دیکھتے ہوئے جیب سے اپنا موبائل نکالا۔ جو فوراً ہی مرتاض نے اُچک لیا۔

"نتاشہ؟" اُس نے ابرو اچکائی۔ "ہونے والی بھابھی ہے تمہاری تمیز سے نام لو۔ اور یہ کس سے پوچھ کر نتاشہ کو کال کر رہے ہو؟"

اس بوچھاڑ پر ابراج کا منہ کھلا رہ گیا۔

"صرف کال کرنے لگا ہوں۔ تم تو ایسے چڑھ رہے ہو جیسے تم سے بد دل کرنے لگا ہوں۔" وہ واقعی چڑ گیا تھا۔

"تم تناشہ کو مجھ سے بد دل کر بھی نہیں سکتے۔ میں کرنے نہیں دوں گا۔ نہ تمہیں نہ کسی دوسرے کو۔ وہ میرے لیے ہے۔ کوئی اُسے میرے خلاف نہیں کر سکتا۔ ہر گز نہیں۔" وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

"اتنی محبت کرتے ہو اُس سے؟" ابراج نے نرمی سے پوچھا۔

"تمہاری سوچ سے بھی زیادہ۔ ایک عمر آگ میں جلنے کے بعد وہ میرے نصیب میں کسی مرہم کی طرح آئی ہے۔ تم خود بتاؤ میں کیسے اُس سے محبت نہ کروں۔"

"اتنی محبت تم مجھ سے کرتے تو میں بھی تمہارا بینڈ ایج بن جاتا۔" ابراج طنزیہ بولا۔ مگر اندر سے وہ واقعی خوش تھا۔ پر سکون بھی۔

"آپ لوگوں کو معلوم ہے میں کل رات کہاں تھا؟" کچھ سوچنے کے بعد وہ ایک دم سے بولا۔ "آپ دونوں نے مجھے کال کی؟"

دونوں کے سر نفی میں ہلے۔ اُن کے حساب سے وہ ہمیشہ کی طرح رات بھر سڑکوں پر بے مقصد گھومتا رہا تھا۔

"میں کل رات موت کے دہانے پر کھڑا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے میرے مرنے کا انتظام ہو رہا تھا۔ اگر مجھے کچھ ہو جاتا تو آپ میں سے کسی کو پتا نہ چلتا۔"

ایکدم سناٹا پورے لاؤنج پر حاوی ہوا۔ وہ جو سب کہہ رہا تھا کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

www.novelsclubb.com

"مگر جانتے ہو کیا ہوا۔ وہ میرے لیے تب آئی جب مجھے یقین تھا میرا وجود فنا ہو جائے گا۔ جب موت بالکل سامنے تھی۔ وہ ڈھال بن کر آئی۔ میری آنکھوں کے سامنے میری جان بچا گئی۔ بھلا ایسا کون کرتا ہے؟ اپنی زندگی خطرے میں

ڈال کر کسی منحوس انسان کی زندگی کون بچاتا ہے۔"آنکھوں کے کنارے سُرخ پڑنے لگے۔وہ آنسو ضبط کر رہا تھا۔

"لیکن وہ کہتی ہے میں کرسڈ نہیں ہوں۔میں سروائیور ہوں۔کرسڈ وہ لوگ ہیں جو مجھے تکلیف دیتے ہیں۔"

رفعت بی کی آنکھوں سے آنسو بے اختیار بہنے لگے۔مرتاض کی تکلیف سے اُن کا دل بہت دکھتا تھا۔ابراج ساکت اپنے بھائی کو سُنے گیا۔اس گھر کا ستون پہلی بار اپنے بارے میں بات کر رہا تھا۔

"یہ نشان دیکھ رہے ہو۔"ایک جھٹکے سے اپنے بازو سامنے لہرائے۔"ساری زندگی میں ان کو چھپاتا آیا ہوں۔خود سے۔آپ دونوں سے۔لوگوں سے۔یہ داغ ہر بار میری روح کو جھلسا دیتے ہیں۔میں ان کو دیکھ نہیں سکتا۔۔۔"ایک پل کو ٹھہرا۔آنسوں کے چند قطرے ٹوٹ کر اُس کی شرٹ میں جذب ہو گئے۔

"مگر وہ ان داغوں سے نظریں نہیں چراتی۔ وہ انہیں دیکھتی ہے۔ اس پر بینڈ ایج کر دیتی ہے۔ مجھے الگ محسوس نہیں کرواتی۔ وہ مجھ سے ہمدری نہیں کرتی۔ محبت کرتی ہے۔ میرے نشان زدہ وجود کے ساتھ مجھے قبول کرتی ہے۔ وہ ایسا کیوں کرتی ہے دادی۔۔" صبر کا بندھ ٹوٹ گیا۔ وہ رو پڑا۔ ہاتھوں میں چہرہ دیے با آواز وہ روتا جا رہا تھا۔

ابراج نے اُس کی طرف کھسکتے ہوئے اُسے خود سے لگا لیا۔ وہ چھوٹا تھا۔ لیکن مرتاض کے لیے اکثر بڑا بن جاتا تھا۔

رفعت بی کے آنسو بہنے لگے۔ وہ پہلی بار مرتاض کے منہ سے اُس کی تکلیف سُن رہی تھیں۔ پہلی بار وہ خود سے بات کر رہا تھا اور سب کو رُلا رہا تھا۔

"وہ محبت کی بات کرتی ہے تو مجھے۔۔۔ مجھے لگتا ہے میں اس محبت کے قابل نہیں ہوں۔۔ اس سب کے باوجود میں تاشہ کی محبت کا حقدار بننا چاہتا ہوں۔۔ میں

چاہتا ہوں۔۔ میرے کمیوں کے باوجود وہ مجھ سے محبت کرتی رہے۔۔۔ میں غلط چاہتا ہوں؟" رونے کے دوران وہ بے ربطگی سے بولتا گیا۔

"نہیں۔ تم غلط نہیں چاہتے۔ محبت کی چاہ پر تمہیں پورا حق ہے۔ تمہیں یہ حق ضرور ملے گا۔"

ہتھیلیوں سے آنسو پونچھتے ہوئے وہ مضبوطی سے بولیں۔

"میں کل شام یوسف کے گھر جاؤں گی۔ تمہارے لیے تاشہ کا رشتہ مانگنے۔ چاہے تم اعتراض کرو۔ لیکن میں تمہارا رشتہ فائنل کر کے رہوں گی۔"

"بالکل صحیح دادی۔ اب اس گھر میں بھابھی آجانی چاہیئے۔" ابراج بہت وثوق سے بولا۔

"میں تیاری کر رہی ہوں۔ تم دونوں بھی وقت سے تیار ہو جانا۔" وہ کچن کی جانب چل دی۔

"دادی سیریئس حالات میں بھی تیاری کرنا نہیں بھولتیں۔" اُس نے حسبِ عادت تبصرہ کیا۔

مرتاض بُت بنا ساری باتیں پراسیس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ رشتہ۔ بھابھی۔ تیاری۔۔۔۔ آنسو رکے۔ آنکھیں پھیلیں۔ اس کے گھر والے کبھی اسے سکون سے کتھارسس کرنے نہیں دیتے تھے۔

دادی نتاشہ کے گھر جا رہی تھی۔ ان دونوں کا رشتہ فائنل کرنے۔ وہ تقریباً اُچھلتے ہوئے کچن کی جانب بھاگا۔ ابراج بھی پیچھے ہی آیا۔

"آپ میرا رشتہ طے کرنے لگی ہیں؟" بے یقینی سے پوچھا۔

"ہاں۔ کوئی مسئلہ ہے۔"

"زیادہ جلدی نہیں ہو رہا؟" احتیاط سے کہا۔

"ساری زندگی محبت کے نام پر لڑکی کے پیچھے گھومتے رہو گے۔ شرم نہیں آئے گی۔ عزت تمیز سے گھر بساؤ۔ پھر بیوی کے پیچھے گھومتے رہنا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔" وہ ارادہ کر چکی تھیں۔ اب انہیں کوئی روک نہیں سکتا تھا۔

"دادی آ گئیں۔ دادی چھا گئیں۔" ابراج رفعت بی کے گال سے گال مس کرتے ہوئے پچکارا۔

"زیادہ مت اُچھلو۔ اس کے بعد تمہارا انتظام کرتی ہوں۔ کہہ دیا میں نے راشدہ سے تمہارے لیے کوئی اچھی لڑکی دِکھائے۔"

"لوگ صحیح کہتے ہیں۔ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پِستا ہے۔" بیچارگی سے کہا۔ اس سے پہلے کے دادی کفگیر سے اُس کا دماغ درست کرتی وہ بھاگ گیا۔

-------★--------

"ایک بات بتاؤ۔" وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا سفید شلوار قمیص میں ملبوس ابراج اپنے بھائی سے مخاطب تھا۔

"پوچھو۔ ورنہ سارا دن تمہارا پیٹ درد کرتا رہے گا۔" فرنٹ سیٹ سے ٹیک لگائے اپنے سیاہ کرتے کے کف درست کرتا مرتاض بولا۔ وہ دونوں دادی کا انتظار کر رہے تھے۔

"تم محبت تو کرتے ہو۔ لیکن شادی سے ڈرتے ہو۔ کوئی خاص وجہ ہے؟"

"مجھے لگتا ہے میں نتاشہ کو ہرٹ کر دوں گا۔ میں اُس کا خیال نہیں رکھ سکوں گا۔ ساری زندگی وہ صرف میرے زخموں پر مرہم رکھتی رہ جائے گی۔ اور یہ محبت کہیں کھو جائے گی۔ شادی کے بعد زندگی بہت مشکل ہو جائے گی۔"

ابراج نے نفی میں سر ہلایا۔ اس کا بھائی اوور۔ تھنکر تھا۔

"شادی بذاتِ خود ایک مشکل چیز ہے۔ لَو میرج ہو یا ارینج۔ دونوں کی اپنی مشکلات ہیں۔ تم اب شادی کرو یا دس سال بعد، مسئلے وہی رہیں گے۔ بہتر ہے تم اپنی مشکل خود منتخب کرو۔" چھوٹا بھائی ایک بار پھر بڑا بن گیا تھا۔

"میری مانو تو شادی کر لو۔ تمہیں اتنے عرصے بعد محبت ملی ہے۔ مزید وقت اکیلے رہ کر خود کو تکلیف نہ دو۔ اگر نتاشہ تمہارا ساتھ دینا چاہتی ہے تو دینے دو۔ اتنا مت سوچا کرو یار۔ عورت جس مرد سے محبت کرتی اُسے کے بکھرے وجود کو بہت سلیقے سے سنوار دیتی ہے۔ تم محبت کو ایک موقع دو۔ سنور جاؤ گے۔"

"اندر کہیں ایک خوف سا ہے۔ سب کچھ خراب ہو جائے گا۔"

"مرضی تمہاری ہے۔ ڈر کو جیتنے دینا ہے یا محبت کو۔" جواب سادہ تھا۔

"محبت کو۔" انتخاب بے اختیار تھا۔ ابراج ہولے سے مسکرایا۔

دروازہ کھلا رفعت بی پچھلی سیٹ پر آ بیٹھیں۔ ملازم گاڑی میں فروٹ باسکٹس اور گفٹس رکھوانے لگے۔

"میرا خیال ہے ہم رشتہ مانگنے جا رہے ہیں۔ شادی کی تاریخ لینے نہیں۔" مرتاض نے اس قدر تیاری دیکھ کر کہا۔

"تم مردوں کو رشتہ مانگنے کے طور طریقے نہیں آتے۔ ہمارے زمانے میں چاندی کی طشتریوں میں سامان رکھ کے رشتہ مانگنے جایا کرتے تھے۔ لڑکی والوں کی بہت تکریم ہوتی ہے۔ اہتمام سے جایا جاتا ہے۔"

"دادی مغلیہ زمانے کی شہزادی ہیں۔ جو غلطی سے ٹیلی پورٹ ہو کر اِدھر آ گئی ہیں۔" گاڑی سٹارٹ کرتے ابراج نے شرارت سے کہا۔

"اور تم منگول دور کے بے لگام گھوڑے ہو جو انسانی شکل میں میرے پلے پڑ گیا ہے۔" رفعت بی قدرے پر سکون اور خوش تھیں۔ تبھی ابراج پر بڑے پیار سے ضرب کر گئی تھیں۔

"ہائے اللہ! مجھ جیسے ہینڈسم لڑکے کو آپ نے منگولیہ گھوڑا بنا دیا۔" مارے صدمے کے منہ کھل گیا۔

"لڑکا؟ عمر دیکھو اپنی۔ مرد ہو گئے ہو۔ دو ایک سال مزید گزرے تو لڑکیاں تمہیں انکل کہہ کر رشتے سے انکار کر دیا کریں گی۔" کیا طنز کیا تھا دادی نے۔ مرتاض حلق پھاڑ کے ہنسا تھا۔ جبکہ اُس کا دل کیا وہ اپنا سر پیٹ لے۔

"یہ مذاق سیریئس ہو رہا ہے۔" شکایت کی گئی۔

"تمہیں کس نے کہا میں نے مذاق کیا؟ میں بہت سنجیدہ ہوں۔" زرد رنگ دوپٹے کو سیدھا کرتے ہوئے مصنوعی رعب سے کہا۔ مرتاض ہنس ہنس کے بے حال ہو چکا تھا۔ اس کے برعکس ابراج مکمل روہانسا ہو گیا تھا۔

ایسے ہی ہلکے پھلکے طنز اور مذاق میں جانے کب رستہ کٹ گیا۔

وہ تینوں جہانگیر وِلا کے لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ سامنے یوسف اور حمدان تھے۔ باتیں ہو رہی تھیں۔ چائے سرو کر دی گئی تھی۔ وہ کپ میں بے مقصد چمچ ہلاتے ہوئے سیڑھیوں کی جانب نظریں ٹِکائے صرف اُس کا منتظر تھا۔ جس کے لیے وہ ساری زندگی انتظار میں گزار سکتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"جتنا آپ چمچ چلا چکے ہیں چائے ٹھنڈی ہو گئی ہو گی۔" حمدان نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"چائے سے بھائی کو ویسے بھی مطلب نہیں ہے۔" ابراج نے سرسری سا کہا۔

"مرتاض صاحب کسی کا انتظار تو نہیں ہے؟" حمدان کے شرارتی انداز پر اُس کے گال بے ساختہ سرخ ہوئے۔ باقی سب نے ہنسی دبائی۔ وہ واضح طور پر مرتاض کی حالت سے حظ اُٹھا رہے تھے۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" ہڑبڑاتے ہوئے کپ میز پر رکھا۔ لوگ صحیح کہتے ہیں۔ محبت مخفی رہنی چاہیئے۔ گھر والوں کو معلوم ہو جائے تو جینا مشکل کر دیتے ہیں۔

"جس کا انتظار کر رہے ہو وہ گھر نہیں ہے۔" یوسف نے مشکل آسان کی۔

"کیوں؟" وہ بے اختیار پوچھ بیٹھا۔

"ہمارے یہاں رشتہ طے ہونے سے پہلے لڑکا لڑکی کے ملنے کی روایت نہیں ہے۔" حمدان نے حد درجہ سنجیدگی برقرار رکھی۔

www.novelsclubb.com

"پہلے بتاتے یار۔ ہم بھائی کو گھر چھوڑ آتے۔ کم از کم نتاشہ سے ملاقات تو ہو جاتی۔"

"اگلی بار مجھے کال کر کے آنا۔" رشتہ پکا ہوا نہیں تھا لیکن دونوں طرف کے بھائیوں نے گٹھ جوڑ کر لیا تھا۔

"مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے۔ ایکسکیوز می۔" وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

"نتاشہ کو ہمارے سامنے ہی کال کر لو۔ ہم اتنے بیک ورڈ نہیں ہیں کہ بات کرنے کی اجازت بھی نہ دیں۔" یوسف جہانگیر نے چھیڑا۔

"ہاں اگر اظہارِ محبت کرنا ہے تو باہر چلے جاؤ۔" دادی کی بات پر اُس کے کان تک دہک گئے۔

"استغفر اللہ۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے باہر کی طرف بھاگا۔ پیچھے لاؤنج میں کھلکھلاہٹ اور قہقہے پوری شدت سے گونجے تھے۔

گارڈن میں آتے ہی اُس نے سُکھ کا سانس لیا۔ اندر تو ہر کوئی اُس کی ٹانگ کھینچ رہا تھا۔

بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ پورے گارڈن میں گھومنے لگا۔ اُس کی نظر گیٹ سے شروع ہو کر دیواروں سے لٹکتی بوگن ویلیا کی ہری بھری بیلوں کے ساتھ سفر کرتے ہوئے کیاریوں تک گئیں۔ جہاں نت نئے پودے اور پھول لگے تھے۔

رُخ موڑا تو ایک کونے میں پوڈ سوئینگ تھا۔ ہلکا سا ترچھا ہونے پر دوسرے کونے میں نصب آکٹاگون گزیبو آنکھوں کے سامنے تھا۔ کائی سبز رنگ چھت اور سفید ستونوں والا گزیبو دو اطراف سے جنگلی گلابوں کی بیلوں سے ڈھکا تھا۔

گارڈن کی جدید تراش خراش اس بات کا ثبوت تھی یہ کام کسی ماہر لینڈ سکیپ آرکیٹیکٹ کا تھا۔ وہ گزیبو کی طرف بڑھا اور اندر بینچ پر بیٹھ گیا۔ موبائل نکال کر کال ملائی۔ بیل جانے لگی۔

"تم نے میرا کانٹیکٹ نمبر کس نام سے سیو کیا ہے؟" یہ آواز پیچھے سے آئی تھی۔

پھر وہ گھوم کر چلتی ہوئی اُس کے برابر آ بیٹھی۔

"آف کارس بزنس پارٹنر کے نام سے۔" کال ڈسکنیکٹ کرتے ہوئے کہا۔

"جھوٹا کہیں کا۔" پھر وہ اپنے موبائل سے کال ملانے لگی۔ مرتاض کا موبائل روشن ہوا۔ Black of my eyes کالنگ سکرین پر اُبھرا۔ نتاشہ کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"بزنس پارٹنر۔ ہنہہ۔" سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ سب سے عزیز۔ میرے دل کے قریب۔" اُس کے انداز میں اس قدر محبت اور احترام تھا کہ نتاشہ چند لمحے دم سادھے اُسے دیکھے گئی۔ کیوں وہ اتنا پیارا تھا؟

"تم آج میرے گھر کیسے آئے؟ یقیناً بابا سے ملنے آئے ہو۔ ورنہ ہمارے ایسے نصیب کہاں کہ مرتاض صاحب اپنے مصروف شیڈول سے وقت نکال کر ہم سے ملنے آئیں۔"

"آپ کے لیے آیا ہوں۔ اور آج کے بعد ہمیشہ صرف آپ کی خاطر آؤں گا۔" اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"دادی اور ابراج کے ساتھ آیا ہوں۔ آپ کا رشتہ لینے۔" بھوری آنکھیں چمکیں۔

"اگر میں انکار کر دوں؟" ہولے سے مسکرا کے پوچھا۔

"میں آپ کے فیصلے کا احترام کروں گا۔" کیا احترام تھا اُس کے انداز میں۔ وہ سرشار رہ گئی۔

"اگر ہاں کر دوں؟"

"میں سمجھوں گا مجھ جیسے گنہگار کے لیے جنت کا اعلان ہو گیا۔"

زندگی میں بیشتر لمحات ایسے آتے ہیں جب انسان لاجواب رہ جاتا ہے۔ تاشہ یوسف کی زندگی میں یہ لمحہ بھی ایسا ہی تھا۔ جو اُس کے سارے الفاظ چھین گیا تھا۔ وہ لاجواب ہو چکی تھی۔ سامنے والے کے احترام، عقیدت اور محبت نے اُسے لاجواب کر دیا تھا۔

اور اس لمحے اُس کے دل میں مرتاض حیدر کے لیے احترام بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔ اس قدر کے محبت پر غالب آ گیا تھا۔

"تم ایسے کیوں ہو؟"

www.novelsclubb.com

"کیسا ہوں؟"

"ایسے کے ہر لمحے تم سے محبت مزید بڑھ جاتی ہے۔"

گزیبو یکدم روشن ہو گیا۔ پھولوں کی مہک چاروں طرف پھیل گئی۔ محبت کا سنہری رنگ اُن دونوں کو ایک بار پھر رنگنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ سنہری مجسمے بن

گئے۔ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے۔دنیا سے بے نیاز۔صرف ایک دوسرے کے ساتھ۔

"کسی کو سامنے پا کر کسی کے سُرخ ہونٹوں پر

انوکھا سا تبسم ہے، محبت ہو گئی ہو گی۔۔۔۔"

حمدان اور ابراج کے ایک ساتھ کہنے پر وہ دونوں ہوش کی دنیا میں واپس آئے۔

سنہری رنگ چھٹنے لگا۔

"تم دونوں کبھی ہمیں سکون سے بات کرنے دو گے؟" مرتاض دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔

www.novelsclubb.com

"نہیں۔" یک زبان ہو کر بتایا گیا۔

"ٹھیک ہے پھر۔ تم دونوں ایک دوسرے کے کندھے سے لگے رہو۔" جل کر کہتے ہوئے تاشہ کا ہاتھ پکڑا اور سرعت سے اُسے گزیبو سے نکال کر دوسری طرف بڑھ گیا۔

"ہائے یہ لڑکا ہماری لڑکی بھگا کر لے گیا۔" مصنوعی صدمے سے کہتے ہوئے حمدان اُن کے پیچھے بھاگا۔

"لے جائیں گے۔ لے جائیں گے۔ دل والے دلہنیا لے جائیں گے۔" سیٹی مار کر شوخی سے کہتے ہوئے ابراج بھی اُس کے ساتھ ہو لیا۔

مرتاض اور تاشہ ہاتھ تھامے پورے لان میں بھاگ رہے تھے۔ وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ وہ سر پیچھے پھینک کے ہنس رہی تھی۔ باقی کباب کی دو ہڈیاں پیچھے سے جملے ہانک رہے تھے۔

منظر مکمل تھا۔ نظر لگ جانے کی حد تک مکمل۔

------★------

چند گھنٹے پہلے

یوسف اور حمدان اُس کے پاس سے اُٹھ کے گئے تو وہ بیڈ پر لیٹ گئی۔ ارادہ سونے کا تھا۔ رنگ ٹون بجی تو اُس کی نظر سائیڈ ٹیبل پر رکھے یوسف کے موبائل پر پڑی۔ وہ شاید بے دھیانی میں اپنا فون ادھر بھول گئے تھے۔

فون بجتا رہا۔ کوئی ساتویں بیل پر اُس نے کال اٹینڈ کر لی۔ انجانا نمبر تھا۔ جو آواز اُس کے کانوں میں پڑی وہ کبھی خواب میں بھی اس کا تصور نہیں کر سکتی تھی۔

لاریب درانی کی کال تھی۔ یہ عورت کس حق سے نتاشہ کے باپ کو کال کر رہی تھی۔

اُس کا خون جلنے لگا۔

"آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ آپ میرے باپ کو جب چاہے کال کر لیں۔" وہ تقریباً دھاڑی تھی۔

"نتاشہ۔۔۔"سپیکر سے بے یقین سی آواز اُبھری۔

"جی ہاں۔ نتاشہ۔ یوسف جہانگیر کی بیٹی۔ وہی بیٹی جس کی خاطر آپ کے جیسی عورت میرے باپ کی محبت ٹھکرا کر چلی گئی تھی۔ وہی بیٹی جس کو آپ دنیا میں لانے سے پہلے ہی مار دینا چاہتی تھیں۔"وہ بولتی جا رہی تھی۔ اس عورت کا ذکر ہی اُس کے تن بدن میں آگ لگا دیتا تھا۔ اور اس وقت تو وہ باقاعدہ کال پر اُس کی آواز سُن پا رہی تھی۔

"تم مجھے معاف نہیں کر سکتیں؟"رنج بھری آواز۔

"یہ سوال کرتے ہوئے آپ کو شرم نہیں آتی۔ ہمارے زندگیاں تباہ کرنے کے بعد معافی جیسا لفظ یوں آپ کو زیب نہیں دیتا۔"وہ باقاعدہ غرائی تھی۔

"میں تمہارے گھر آ رہی ہوں۔ مجھے یوسف سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"نہیں۔ تم یہاں نہیں آ سکتیں۔ تمہارا میرے باپ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" وہ تیزی سے بولی۔ کسی صورت بھی یہ عورت یوسف سے نہیں مل سکتی تھی۔ تماشہ یہ نہیں ہونے دے گی۔

"تم مجھے جتنا مرضی برا بھلا کہہ لو۔ مجھے تمہارے باپ سے ملنا ہے۔ ہر حال میں ملنا ہے۔ تمہارے حوالے سے بات کرنی ہے۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"میرے حوالے سے بات کرنی ہیں تو مجھ سے کریں۔ میرے بابا کو تکلیف مت دیا کریں۔ پندرہ منٹ۔ پندرہ منٹ میں مجھے بوتیک کے پاس کیفے میں ملیں۔" کہتے ساتھ ہی کھٹاک سے کال کاٹ دی۔ کال لاگ سے ریکارڈڈ ڈیلیٹ کرنے کے بعد وہ جوتے پہن کر تیزی سے اُٹھی۔ آج وہ ہر حال میں لاریب درانی کو بابا کی زندگی سے ہر طرح دور کر کے رہے گی۔

"کس چیز کی کمی ہے آپ کے پاس۔ پیسہ ہے۔ کریئر ہے۔ شوہر ہے۔ اس سب کے باوجود کیوں میرے باپ کا پیچھا نہیں چھوڑ رہیں۔" اُس کے آتے ہی وہ شروع ہو گئی۔ کال کے برعکس لہجہ تحمل آمیز تھا۔

لاریب چپ رہی۔ گہری نظروں سے اپنے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھتی رہی۔ یہ لڑکی بالکل یوسف کا پرتو تھی۔ وہی نین نقش، وہی اُٹھان اور وہی انداز۔

"تم بہت پیاری ہو۔ بالکل اپنے باپ کی طرح۔"

وہ جو مزید کچھ کہنے والی تھی لاریب کی بات پر پل کو ٹھہر گئی۔

"میں یہاں کوئی فضول بات سننے نہیں آئی۔" درشتی سے کہا۔

"میں یوسف کے پیچھے اپنی وجہ سے نہیں آئی۔ تمہارے لیے آئی ہوں۔" ہولے سے کہا۔

"میرے لیے؟ اوہ رئیلی؟ آپ کو لگتا ہے میں ایسی کسی بات کا یقین کروں گی؟"

"یقین کرو یا نہ کرو۔ تمہاری مرضی ہے۔ میں مجبور نہیں کر سکتی۔ لیکن بحیثیت ماں۔۔۔"زبان لڑکھڑائی۔ کیا وہ ماں جیسا معتبر لفظ استعمال کرنے کا حق رکھتی تھیں؟ ہر گز نہیں۔ "بحیثیت عورت۔ میں تمہیں شہریار آفندی کے بارے میں وارن کرنا چاہتی ہوں۔ وہ تمہارے لیے درست انتخاب نہیں ہے۔"

"یہ حق آپ کو کس نے دیا کہ میرے بارے میں فیصلہ کریں؟"

"حق اور اختیار کی بات میں نہیں کر رہی۔ میں صرف تمہیں وارن کر رہی ہوں۔ شہریار اچھا انسان نہیں ہے۔"

"کیا برائی ہے اُس میں؟"چیلنج کے انداز میں پوچھا۔

"اُس کی ماں ترک ہے۔ یہ بات جانتی ہو نہ۔"ایک پل کو ٹھہریں۔ جانے کیوں دل چاہ رہا تھا سامنے بیٹھی لڑکی کو یونہی دیکھتی جائیں۔

"اس میں ایسی کیا خاص بات ہے؟"وہ خاصی آوازار ہوئی۔

"شہریار کا نانا، یعنی عائلہ کا باپ ترک مافیا سے تعلق رکھتا ہے۔ اور تمہارا سو کالڈ بیسٹ فرینڈ خود بھی ترکش مافیا کا حصہ ہے۔ اس بات کا ثبوت اُس کی کمپنی کے فائنانس ہیں۔ جتنے پیسے آفندی فیملی خرچتی ہے۔ اتنا اُن کے بزنس کا ریوینیو (revenue) نہیں ہے۔"

"شہریار جنوبی امریکا سے یورپ تک سمگلنگ پائپ لائن کو ہیڈ کرتا ہے۔ کوکین اور ہیروئن کی ڈرگ ٹریفیکنگ ان کے معمول کا کام ہے۔ گرے وولوز (Grey wolves) نامی سیاسی گروپ سے بھی اس کا اچھا خاصا تعلق ہے۔" ہلکا سا جھک کر اپنے ہینڈ بیگ سے چند پیپرز نکال کر تاشہ کے سامنے رکھے۔ ان کاغذوں پر شہریار اور ترکش مافیا کے تعلقات کے ثبوت تھے۔

www.novelsclubb.com

"اس سب کے باوجود آپ کیوں چاہتی ہیں کہ میں شہریار سے دور رہوں؟ میں کسی مافیا ڈان سے شادی کروں یا کسی کرمنل سے۔ آپ کو کیوں فرق پڑتا ہے؟"

پیپرز پر ایک غلط نظر ڈالے بغیر پوچھا۔

"وجہ سادہ ہے۔ یوسف بہت اچھا انسان ہے۔ اور میں نہیں چاہتی کہ ایک اچھے انسان کی بیٹی کے ساتھ کچھ برا ہو۔ یوں سمجھو یوسف کی نسبت سے تمہیں بچانا چاہتی ہوں۔" وہ کہنا چاہتی تھیں میری بیٹی ہونے کے ناطے تمہیں پروٹیکٹ کرنا چاہتی ہوں۔ تمہاری ماں ہونے کی حیثیت سے تمہاری پرواہ کر رہی ہوں۔ لیکن وہ کہہ نہیں سکتی تھیں۔ یہ حق اُن کے پاس تھا ہی نہیں۔

"سچ یہ ہے لاریب درانی۔ مجھے شہریار کے مافیا کے ساتھ انوالو ہونے کی سب خبر ہے۔ اُس وقت سے جب وہ پہلی بار یورپ کے ٹرپ پر اپنے نانا سے ملا تھا مجھے

سب معلوم ہے۔اُس کے ہر غلط دھندے اور غلط عمل سے میں واقف ہوں۔ اُس نے مجھ سے کبھی کچھ نہیں چھپایا۔"

ایک صدمہ تھا جو لاریب پر طاری ہوا تھا۔ نتاشہ سب جانتی تھی۔ بہت پہلے سے جانتی تھی۔اُن کی آنکھیں بے یقینی سے پھیلتی گئیں۔

"اس سب کے باوجود تم شہریار سے شادی کر رہی تھیں۔"اُن کے لہجے میں کیا کچھ نہیں تھا۔بے یقینی۔ حیرت۔شاک۔

"ہاں۔اس سب کے باوجود میں شہریار سے شادی کر رہی تھی۔اُس کے ہر غلط صحیح کے ساتھ اُسے قبول کر رہی تھی۔"اندازِ بے نیازی سے کہا۔شاید وہ لاریب کو زِچ کرنا چاہتی تھی۔یا واقعی سچ کہہ رہی تھی۔ خدا بہتر جانتا تھا۔

"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔یوسف جیسے باپ کی بیٹی ہوتے ہوئے تم انتہائی احمقانہ قدم اُٹھانے جا رہی تھیں۔"اُن کی آواز میں بے حد افسوس تھا۔

"اس سب کا کریڈٹ بھی آپ کو جاتا ہے۔ جب ایک بچے کو ماں کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ آپ چھوڑ گئیں۔ مجھے سات سال کی عمر میں سیپریشن انگزائیٹی ڈائیگناس ہوئی۔ آٹھ سال کی عمر سے مجھے اینگزائٹی اٹیکس آتے ہیں۔ آپ کے جانے کے بعد میں ہر انسان میں صرف محبت تلاشتی رہی۔ صرف محبت۔" آخر میں آواز ہلکے سے کانپی تھی۔ نتاشہ یوسف ایک لمحے کو کمزور پڑ گئی تھی۔ جیسے ہر بچہ اپنی ماں کے آگے کمزور ہو جاتا ہے۔

لاریب کا وجود پتھرانے لگا۔ اُس کا ایک فیصلہ نتاشہ کا سارا بچپن برباد کر گیا تھا۔ کیا آزادی کی یہ قیمت زیادہ نہیں تھی؟

"جب مجھے محبت اور سیکیورٹی شہریار کی طرف سے ملی تو میں اُس کی طرف کھنچتی گئی۔ اُس کے ہر اچھے برے کو میں نے محبت پانے کی خاطر قبول کر لیا۔ کہتے ہیں نہ جب انسان کو چمچ میں محبت نہیں ملتی تو وہ چاقو کی نوک سے محبت چاٹنا سیکھ لیتا

ہے۔ میں نے بھی وہی کیا۔ یہ میرا کوپنگ میکانزم بن گیا تھا۔ میں نے ماں کی خلا کو شہریار کے ساتھ سے پُر کرنا شروع کر دیا تھا۔۔" لاریب واضح طور پر اُس کی سُرخ ہوتی آنکھیں دیکھ رہی تھی۔ شاید وہ رو پڑے گی۔

"میری غلطی ہے۔ میں مانتی ہوں۔ لیکن یوسف نے تم سے محبت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اُس کا پورا بزنس سرکل اس بات کا گواہ ہے۔ یوسف نے اپنی بیٹی تاشہ سے بے انتہا محبت کی ہے۔ اس سب کے باوجود تم شہریار جیسے مرد کو اپنی زندگی میں شامل کر رہی تھیں۔ مجھے حیرت ہے یوسف نے تمہیں نہیں روکا۔"

www.novelsclubb.com

"سنگل پیرنٹس کے بچے جتنے مرضی مجبتوں میں پلے ہوں۔ دوسرے پیرنٹ کی خلا اُن کی زندگی میں ہمیشہ رہ جاتی ہے۔ اور یہ خلا اِن بچوں کو ٹاکسک لَو اور ہیلدی لَو

میں فرق نہیں کرنے دیتی۔ سنگل پیرنٹس کے بچوں کو صرف محبت دکھائی دیتی ہے۔ ٹاکسک اور ہیلدی جیسے لفظ اُن کے لیے بے معنی ہو جاتے ہیں۔"

لاریب ساکت رہ گئی۔ اپنی آزادی کی چاہ میں وہ اپنے بچوں کو تباہ کر چکی تھی۔ ناقابلِ یقین حد تک تباہ۔ یکدم حلق سوکھنے لگا۔ بے اختیار اُس نے پانی کا گلاس لبوں سے لگایا۔

"چلو آج تمہیں کچھ بتاتی ہوں۔ وہ جو میں نے کبھی کسی سے نہیں کہا۔" لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے وہ بہت آہستگی سے بولی۔ نتاشہ کی نظریں اُس کے کانپتے ہاتھ پر جا ٹھہریں۔

"میں نے یوسف کو ہارون کے لیے چھوڑا تھا۔ اور ہارون۔ ایک لمبا عرصہ ہوا اُسے مجھ میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ ہمارے درمیان شادی صرف ایک کانٹریکٹ رہ گئی ہے۔ ہم ایک چھت تلے رہتے ہیں۔ مگر ساتھ نہیں ہے۔ میں نے محبت کو ایک بار

www.novelsclubb.com

چھوڑا تھا۔ اور محبت نے مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا۔" وہ میکانکی انداز میں بول رہی تھی۔ ایسے جیسے کچھ محسوس نہ ہوتا ہو۔ نہ کوئی تکلیف۔ نہ کوئی دکھ۔

"میں تمہیں دنیا میں لانا نہیں چاہتی تھی۔ حمدان کو دنیا میں لا کر لاوارث کر دیا۔ اور آج میری اور ہارون کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ کوئی میڈیکل ایشو نہ ہونے کے بعد بھی میں ماں نہیں بن سکتی۔ کیونکہ میرے شوہر کو بچے نہیں چاہیئے۔ مضبوط کریئر اور پیسہ ہونے کے باوجود بھی میں اولاد حاصل نہیں کر سکی۔" آخر میں وہ خود پر استہزائیہ ہنسی۔ قسمت کا چکر لاریب درانی پر اُلٹا ہو گیا تھا۔

"آزادی کی راہ میں مجھے شہرت، پیسہ اور داد تو بہت ملی۔ مگر محبت، عزت اور رشتے کھو گئے۔ میں نے یوسف جیسے مرد کی قدر نہیں کی۔ جس نے کبھی مجھ پر آواز اونچی نہیں کی۔ اس لیے میرے نصیب میں ہارون جیسا مرد آیا۔ جو محبت تو شاید کرتا ہے پر عزت نہیں کرتا۔۔۔"

"یہ سب آپ مجھے کیوں بتا رہی ہیں؟" وہ چاہ کر بھی پہلے والی تلخی قائم نہ رکھ سکی۔

"زندگی میں انتخاب میں کا موقع ملے تو عزت کو محبت پر ترجیح دینا۔ مرد کی دی گئی عزت اُس کی محبت سے ہزار درجے برتر ہوتی ہے۔" انہیں اپنی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔ یہ وہ سبق تھا جو زندگی نے بہت بے دردی سے سکھایا تھا۔

"میں شہریار سے شادی نہیں کر رہی۔" جانے کیوں وہ بتا گئی تھی۔

"امید کرتی ہوں تم میری غلطی نہیں دہراؤ گی۔ صرف محبت کے پیمانے پر لائف پارٹنر کا انتخاب نہیں کرو گی۔" اُن کے چہرے پر اداس سی مسکراہٹ اُبھری۔

"نہیں کروں گی۔ میں نتاشہ یوسف ہوں۔ لاریب درانی نہیں۔" یوسف کا نام لیتے ہوئے اُس کے لہجے میں غرور جھلکا تھا۔ کیوں نہ جھلکتا۔ یوسف جہانگیر کے مزاج کی متعرف اُن کی سابقہ بیوی تھی۔ یہ اعزاز کم تھوڑی تھا۔

"یہ سب یوسف کو مت بتانا۔ وہ پریشان ہو جائے گا۔"

"آج کے بعد آپ بابا سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھیں گی۔" تنبیہہ کرتے ہوئے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ لاریب نے ہامی میں سر ہلایا۔

"ایک آخری بات۔" اُس کے پلٹنے سے پہلے وہ بولیں۔ "مجھے تمہاری ماں بننے سے ایشو نہیں تھا۔ مجھے جلدی ماں بننے سے ایشو تھا۔ مجھے وقت چاہیئے تھا۔ ایڈجسٹ کرنے کے لیے۔ میں ذہنی طور پر تیار نہیں تھیں۔ اس لیے تمہیں پیدا کر لیا مگر تمہاری ماں نہیں بن سکی۔" وہ یوسف کے سامنے کمزور نہیں پڑ سکتی تھیں۔ لیکن اپنی بیٹی کے سامنے ہو سکتی تھیں۔

نتاشہ کئی لمحے اُنہیں دیکھتی رہی۔ اُس کی آنکھوں میں عجیب سا تاثر تھا۔ وہ اپنی ماں کی اَن چاہی نہیں تھی۔ یہ انفارمیشن اُس کے لیے نئی تھی۔ پھر وہ پلٹ گئی۔ بغیر کچھ کہے۔

پیچھے وہ بیٹھی رہ گئیں۔ ہمیشہ کی طرح تنہا اور اکیلی۔ باب کٹ بالوں والی لاریب درانی۔

------★------

جاری ہے۔

بقیہ حصہ اگلی قسط میں۔

www.novelsclubb.com